سورۃ البقرۃ

Chapter 2 — The Cow which was worshiped

آیات 286

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو سنورنے والوں کی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے (وہ یہ آگاہی دے رہا ہے کہ)!

الٓمّٓ ﴿۱﴾

1-1 اللہ، ل علیم، م حکیم یعنی اللہ وہ جو لامحدود علم کا مالک ہے (علیم) اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کرکے فیصلے کرنے والا ہے (حکیم) (یہ اُس کا فرمان ہے کہ)!

ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ﴿۲﴾

2-یہ (قرآن) ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو لاریب ہے یعنی جس میں کوئی شک، بے چینی، الجھن اور تضاد پیدا کرنے والی بات نہیں اور یہ ان لوگوں کو درست و روشن راہ دکھاتے ہوئے اطمینان بھری منزل تک لے جاتا ہے، جو زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں (اور جو نہیں بچنا چاہتے تو ان کے لئے برابر ہے چاہے تم انہیں تباہیوں سے آگاہ کرو یا نہ کرو (2/6)۔

الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۙ﴿۳﴾

3-(چنانچہ) جو لوگ غیب unperceivable presence and unperceivable absence یعنی ناقابلِ ادراک حقائق پر ایمان لاتے ہیں اور نظامِ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں یعنی نماز سمیت نازل کردہ نظامِ زندگی کو نافذ کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام قائم کرتے ہیں یعنی دولت کی تقسیم کا ایسا نظام قائم کرتے ہیں جس سے انسانوں کی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی رہتی ہے اور زندگی کی نشوونما کا سامان جو ہم نے انہیں دیا ہے، وہ اس میں سے (حقیقی ضرورت مندوں کے لئے) کھلا رکھتے ہیں،

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾

4-اور (اے محمدؐ) جو لوگ تمہاری طرف نازل کئے گئے اس (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں یعنی اس کو تسلیم کرکے خوف اور کشمکش سے آزاد ہو کر امن میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل کیا گیا (ان سب پر ایمان رکھتے

ہیں) اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں،

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾

5-تو یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے نشوونما دینے والے سے نشوونما حاصل کرنے کے لئے اُس کے درست و روشن راستے پر اطمینان بھری منزل کی طرف گامزن ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی محنتوں میں کامیاب وکامران ہوں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾

6-(لیکن ان کے برعکس) کافر یعنی وہ لوگ جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر لی، بلاشبہ (وہ ایسی حالت میں داخل ہو جاتے ہیں جہاں) تم انہیں ان کے طریقوں کے تباہ کن نتائج سے خوفزدہ کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے کیونکہ وہ نازل کردہ حقیقتوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

ع 1 7 1

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾

7-(نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) ان کے قلب پر (یعنی ان کی سچائیوں کو تسلیم کرنے اور جذبوں کو زندہ رکھنے والی صلاحیتوں پر) اوران کے سننے کی صلاحیت پر اللہ مہر لگا دیتا ہے یعنی اللہ انہیں بند کر دیتا ہے اور ان کی دیکھنے کی صلاحیت پر پردہ ڈال دیتا ہے (یعنی اللہ کے قوانین سے مسلسل انکار و سرکشی سے یہ صلاحیتیں درست اور نادرست میں فرق کرنے سے محروم ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ اللہ کے سزا والے قانون کی گرفت میں آ جاتی ہیں اسی وجہ سے) ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

وقف لازم

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

8-اور انسانوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ اور آخرت کو (یعنی اس زندگی کے بعد کی زندگی جہاں اعمال کی جوابدہی ہوگی کو) ہم تسلیم کرتے ہیں حالانکہ وہ انہیں تسلیم نہیں کرتے۔

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾

9-وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح انہوں نے اللہ کو اور اہلِ ایمان کو یعنی ان لوگوں کو جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ پر چل پڑے ہیں دھوکہ وفریب دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ بے شعور سمجھتے ہی نہیں کہ اس طرح انہوں نے خود اپنی ذات کو فریب و دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾

10-(اس لحاظ سے) ان کے قلب (یعنی اِن کی اُن صلاحیتوں میں جو سچائیوں کو تسلیم کرتی ہیں اور جذبوں کو زندہ رکھتی ہیں) میں ایسی بیماری ہوتی ہے (جس کی وجہ سے یہ لوگ سچائیوں کو مسترد کرتے رہتے ہیں اور سزا کے طور پر) اللہ ان کی

بیماری کو اور بڑھا دیتا ہے اوران کے لئے الم انگیز عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

(نوٹ: قلب کا مادہ (ق ل ب) ہے اس کے بنیادی معنی الٹنا پلٹنا، کسی چیز کو ادلتے بدلتے رہنا وغیرہ ہیں۔ عقل وبصیرت کا کام یہ ہے کہ وہ اشیاء اوران کے خواص کو اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھے اور پھر کسی نتیجے پر پہنچے، اس لئے عقل کو بھی قلب کہتے ہیں کیونکہ اس طرح الٹنے پلٹنے کا اصل مقصد سچائی تک پہنچنا، اسے ظاہر کرنا اور قبول کر لینا ہوتا ہے اوراس کے بعد اسے اختیار کرنا ہوتا ہے۔ اور سچائی کو اختیار کرنا ارادے اور جذبے کا کام ہوتا ہے اسی لئے مجموعی طور پر قلب کا مطلب جو کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی وہ صلاحیتیں جو سچائیوں کو تسلیم کرتی ہیں اور جذبوں کو زندہ رکھتی ہیں تا کہ سچائیاں اختیار کی جاسکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں عقل، بصیرت، جذبات، احساسات وغیرہ جیسی انسانی صلاحیتوں کے مجموعے کو قلب کے طور پر جانا جاتا ہے۔ لہٰذا قلب کا جو مطلب دل کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ دل میں دھڑکن ہوتی ہے اور دل کا کام خون کے بہاؤ کے نظام کو قائم رکھنا ہوتا ہے جس سے یہ صلاحیتیں وجود پذیر رہتی ہیں یعنی دل کے بند ہونے کے ساتھ ہی یہ صلاحیتیں بھی بند ہو جاتی ہیں۔ بہر حال انقلاب کا لفظ بھی قلب سے نکلا ہے اوراس کا مطلب بھی بدلنا یا تبدیلی لانا لیا جاتا ہے۔ قلب ''درمیان'' کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی چیز کے بہترین حصے کو بھی قلب کہتے ہیں اور کسی چیز کے خلاصہ کو بھی قلب کہتے ہیں، اور قلب کی جمع قلوب ہے)۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

11-اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو یعنی انسان کی مستقل اقدار تباہ کر کے زندگی کے حسن و توازن کو نہ بگاڑو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان اقدار کو سنوارنے والے ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

12- مگر پورے ہوش وحواس سے سن رکھو کہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جو انسان کی مستقل قدروں کو تباہ کر کے زندگی کا حسن وتوازن بگاڑنے والے ہوتے ہیں مگر یہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

13-اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی دوسرے انسانوں کی طرح نازل کردہ سچائیوں اوراحکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن کی راہ اختیار کر لو! تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم بے وقوف لوگوں کی طرح ہیں کہ ایمان لے آئیں؟ لیکن خبردار ہو جاؤ اور ہر تحقیق گواہ رہے گی کہ اصل میں یہی لوگ بے وقوف ہیں (مگر وہ اپنی اس فریب زدہ سوچ) کو جانتے نہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

14-اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کوتسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر لی ہے، تو انہیں کہتے ہیں! کہ ہم (بھی تمہاری طرح) ایمان لے آئے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب وہ تنہائی میں اپنے جیسے شیطانوں سے ملتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (کیونکہ اصل میں ہمارا طریقہ اور عقیدہ تو وہی ہے جو تمہارا ہے) ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔

(**نوٹ**: جنوں کی طرح انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں، 6/112)۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۵﴾

15-(مگر یاد رکھو! کہ آخرِ کار وہ خود اپنی سرکشی، منافقت اور تکبر کی بناء پر) اللہ (کے قوانین کے ہاتھوں) مذاق بن کر رہ جاتے ہیں اور پھر وہ اپنی سرکشی و گمراہی میں کھنچتے چلے جانے کی بناء پر (آخرِ کار) حیران و سرگرداں ہو کر (اندھوں کی طرح) بھٹکتے رہ جاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ۖ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۶﴾

16-(چنانچہ) یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس درست و روشن راہ کو جو اطمینان بھری منزل کو لے جانے والی تھی کے بدلے میں ایسے راستے کا سودا کر لیا جس کو اختیار کرنے کے نتیجے میں وہ بہکتے اور بھٹکتے رہ گئے۔ اور اس طرح کا سودا اس طرح کے لوگوں کے لئے خسارے اور نقصان کا باعث بن کے رہتا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں (جو نازل کردہ حقیقتوں کی) روشنی میں اطمینان بھری منزل کا راستہ اختیار ہی نہیں کرتے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ﴿۱۷﴾

17-ان کے بارے میں تشبیہ کے طور پر یوں سمجھو! کہ جس طرح کسی شخص نے (اپنے ماحول کو تابناک کرنے کے لئے) آگ جلائی (تا کہ وہاں جو کچھ اچھا بُرا ہے نمایاں ہو کر حقائق روشن ہو جائیں) مگر جب اس نے سارا ماحول روشن کر دیا تو ان (کے اچھے اور بُرے حقائق کو سمجھنے اور پرکھنے والی صلاحیتوں کی) روشنی اللہ نے چھین لی (یعنی اللہ کی سچائیوں کا مسلسل انکار کرتے رہنے کی وجہ سے وہ روشنی ناکارہ ہو کر رہ گئی) اور تب وہ رہ گئے تاریکی کی اس حالت میں (جس میں سب کچھ موجود تو ہوتا ہے مگر) کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾

18-(کیونکہ جب پرکھنے اور سمجھنے والی صلاحیتوں کی روشنی ناکارہ ہو جاتی ہے تو کان سچائی کی آوازیں سن کر ان سنی کر

دیتے ہیں جیسے کہ) بہرے ہوتے ہیں (زبانیں سچائی وانصاف کے الفاظ کہہ نہیں سکتیں جیسے کہ) گونگے ہوتے ہیں (آنکھیں سچائیوں کو دیکھ کر ان دیکھا کر دیتی ہیں جیسے کہ) اندھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ واپس ایسی حالت کی طرف نہیں آتے (جہاں نازل کردہ سچائیوں سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے)۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

19- یا ان کی مثال یوں ہے کہ جیسے آسمان سے (تیز طوفانی) بارش ہو رہی ہو۔ اس میں اندھیرا (ایسا کہ کچھ دکھائی نہ دے) بجلیاں کڑک رہی ہوں اور چمک رہی ہوں۔ وہ اس خوف سے کہ کہیں کڑکتی ہوئی بجلی ان پر نہ آ گرے اور انہیں مار ڈالے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ بجلیوں کے گرنے سے جو موت واقع ہوتی ہے وہ ان سے (محفوظ ہو جائیں) مگر اللہ ایسے تمام لوگوں کو جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کا انکار کر کے سرکشی اختیار کر رکھی ہے انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَھُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَھَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع

ع 2 13 2

20- اس بناء پر یوں لگتا ہے کہ آنکھوں (کو خیرہ کرنے والی) بجلی کی (چمک) ان کی دیکھنے کی صلاحیتوں کو برباد کر دے گی۔ لیکن جونہی بجلی کی چمک سے روشنی ہوئی وہ اس میں چل پڑے۔ اور جب پھر تاریکی چھا گئی تو وہ کھڑے ہو گئے۔ لیکن اگر اللہ مناسب سمجھتا تو ایسے میں ان کی سننے اور دیکھنے کی قوتیں تباہ کر دیتا کیونکہ تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ اللہ نے ہر شے پر اس کی مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔ (چنانچہ ان لوگوں کے ساتھ، پہلے والے انکاریوں، منافقوں اور متکبر لوگوں کے برعکس ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ ابھی یہ نازل کردہ حقیقتوں کو کچھ سننے، دیکھنے اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے تیار تھے)۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

21- (لہٰذا) اے نوعِ انساں! اپنے رب کے احکام وقوانین کی اطاعت اختیار کر لو کیونکہ اسی نے تمہیں اور تم سے پہلے والے لوگوں کو تخلیق کیا۔ لہٰذا تم تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اسی کے احکام وقوانین کو اختیار کئے رکھو۔

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

22-(چنانچہ تمہیں تخلیق دینے والے اور تمہاری نشوونما کرنے والے نے ہی تمہارے لئے) زمین کو اس طرح بنایا کہ وہ بچھ کر (وسیع وعریض جگہ بن گئی جہاں زندگی گزاری جا سکے) اور آسمان کو سائبان نما بنایا اور اسی بلندی میں سے (زندگی بخش) پانی کے برسنے کا ذریعہ بنا دیا جو تمہارے لئے زندگی کی نشوونما کے سامان کے طور پر ہر طرح کے پھلوں، پھولوں اور رزق کو پیدا کرنے کا باعث بنا۔ اسی لئے تم جان جاؤ (کہ ایسا غلبہ واختیار رکھنے والے) اللہ کے اختیارات میں کسی اور کا اختیار شامل نہ کر لینا۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝٢٣

23-اور (یہ نظامِ زندگی کا مکمل ضابطہ) جو ہم نے اپنے اطاعت گزار (محمدؐ) پر نازل کیا (اور وہ بغیر کسی شک وشبہ کے اسے تسلیم کر کے بجائے اپنی مرضی کے صرف اللہ کے احکام کے مطابق عمل پیرا ہے) اور اگر تم کسی تذبذب میں ہو (کہ یہ وحی نہیں ہے) تو تم (قرآن کی) کسی ایک سورۃ جیسی سورۃ بنا لاؤ اور سوائے اللہ کے (اس مقابلے میں) تم اپنے گواہوں کو بھی بلا لو (تا کہ سچائی کا فیصلہ ہو سکے) اگر تم سچے ہو۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ۝٢٤

24- لیکن اگر تم اس (جیسی سورۃ) نہ بنا سکو اور یہ طے ہے کہ کبھی نہ بنا سکو گے (تو پھر انکار کرتے رہنے سے بہتر ہے کہ نازل کردہ سچائیوں کو تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تا کہ تم آخر کار ایسے انجام اور) آگ سے بچ سکو جس میں انسان اور پتھر تک ایندھن بن کے رہ جاتے ہیں۔ (اس لئے ڈرو اس سے کیونکہ دوزخ کی) اس آگ کا سامنا ان لوگوں کو کرنا پڑے گا جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کا انکار کر کے سرکشی اختیار کئے رکھتے ہیں۔

وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا ۙ قَالُوۡا هٰذَا الَّذِىۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ ۙ وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمۡ فِيۡهَآ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝٢٥

25-اور جو لوگ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے سنورنے سنوارنے کے کام کرتے رہتے ہیں تو انہیں خوشخبری دے دو! کہ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے شفاف پانیوں کے دھارے بہتے رہتے ہیں۔ پھر جب وہاں انہیں زندگی بخش سامان میں سے شیریں پھلوں کی حیات بخش نعمتیں کھانے کے لئے دی جاتی ہیں تو وہ کہہ اٹھتے ہیں! کہ یہ زندگی بخش نعمتیں تو ان سے ملتی جلتی ہیں جو اس سے پہلی (زندگی میں) انہیں دی جاتی تھیں اور وہاں وہ ایسے جیون ساتھی

جوڑے بنا دیئے جائیں گے جو ہر لحاظ سے صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوں گے اور یہ (لوگ ان ابدی مسرتوں سے لبریز بہشت) میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔

(نوٹ: رزق کا مادہ (رزق) ہے۔اس کے بنیادی معنی ہیں ''ہر وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے'' وہ اسباب و ذرائع یا کھانے پینے کی چیزیں جن سے انسان کی نشوونما ہوتی ہے۔اسی حوالے سے تمام زندگی بخش یا زندگی کی نشوونما کرنے والی چیزوں یا نعمتوں کو رزق کہا جاتا ہے۔جن حقیقتوں کو اپنانے سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے انہیں بھی رزق کہا جاتا ہے)۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ؀

26- تحقیق کرنے والے جانتے ہیں (کہ بہت سی باتیں مثالوں، تشبیہوں اور استعاروں سے ہی سمجھائی جا سکتی ہیں چنانچہ یہ) اللہ کی شان کے خلاف نہیں (کہ وہ سچائیوں کو سمجھانے کے لئے) مچھر یا اس سے بھی بڑھ کر کوئی مثال بیان کر دے۔ بہرحال وہ لوگ جو اللہ کی نازل کردہ حقیقتوں کو تسلیم کرنے والے ہیں تو وہ جانتے ہیں کہ ان کے نشوونما دینے والے کی طرف سے دی گئی (مثال) ایک یقینی سچ ہوتی ہے۔مگر وہ لوگ جنہوں نے ان حقیقتوں کا انکار کر رکھا ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں! کہ اللہ کا ایسی مثالوں کو دینے کا ارادہ و جواز کیا ہے۔(حالانکہ) وہ ان کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دے دیتا ہے۔لیکن ان (مثالوں، تشبیہوں اور استعاروں) سے صرف فاسقین کو گمراہی میں ڈالتا ہے یعنی اُن کو گمراہی میں ڈالتا ہے جو اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابیاں پیدا کرنے والا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀

27-(اور وہ لوگ جو نازل کردہ احکام وقوانین پر عمل کرنے اور اس پر قائم رہنے کے لئے بظاہر) اللہ کے اس معاہدے میں شامل ہو گئے کہ (اس کے بدلے میں انہیں، آخرکار، اس دنیا اور اگلی دنیا میں مسرتیں اور اطمینان حاصل ہوگا) مگر اس پختگی کے بعد انہوں نے اسے (اپنی بے یقینی اور گمراہی کی بناء پر) توڑ دیا اور (نہ صرف یہ بلکہ جن رشتوں اور بندھنوں) کو جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے وہ انہیں توڑتے چلے جاتے ہیں اور زمین میں امن واطمینان تباہ کر کے زندگی کے حسن وتوازن کو بگاڑتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں (جو آخرکار ایسے انجام سے دوچار ہوں گے جو ان سے سب

کچھ چھین کر) خسارے میں مبتلا کر دینے والا ہوتا ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

28-(لیکن اگر تم غور کرو تو) تم کس طرح اللہ کا انکار کر سکتے ہو (کیونکہ جس زندگی کی وجہ سے تم نے بہترین راستے کو چھوڑ کر اس کے انکار کا راستہ اپنا رکھا ہے تو) تم تو اس زندگی سے ہی محروم تھے، مگر تمہیں وہ زندگی تو اسی کی عطا کی ہوئی ہے اور وہی اللہ پھر تمہیں اس زندگی سے محروم کر دے گا اور پھر تمہیں زندگی عطا کر دے گا (سوچو کہ پھر کیا جواب دو گے کیونکہ آخر کار پھر) تمہیں واپس تو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ع 3 9 3

29-یہ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں وہ سب کچھ تخلیق کیا (جس سے تم فائدے اور لذتیں اٹھاتے ہو۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ پھر اس سب کچھ کو محفوظ و قائم رکھنے کی خاطر اس نے زمین سے) آسمان کی جانب (تہہ در تہہ) سات یعنی متعدد بلندیوں کا درست نظام قائم کر دیا کیونکہ وہ ہر شے کا لامحدود علم رکھنے والا ہے۔

(**نوٹ**: سبع کا مادہ (س ب ع) ہے اور اس کا عمومی مطلب سات لیا جاتا ہے کیونکہ اس کی اصل سبعۃ یعنی شیرنی ہے۔ شیرنی کیونکہ شیر سے زیادہ تیز حملہ کرتی ہے اس لئے عربوں کے ہاں سات کو زبردست پکا عدد (Perfect Number) لیا جاتا تھا۔ بعد میں اسی وجہ سے سات کا عدد محاورے کے طور پر بھی استعمال ہونے لگا جو Perfect محسوس ہوتے انہیں بھی سات یعنی متعدد (Many) یا کئی ایک یعنی (Several) کے طور پر لیا جاتا ہے۔ ویسے سبع کا مطلب درندہ بھی ہے، 5/3)۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

30-(لیکن جس مقصد کے لئے تمہیں آگاہ کیا جا رہا ہے، اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تمہیں تمہارے وجود میں آنے سے لے کر تمہاری زندگی اور مرتبے تک کے پس منظر سے بھی کسی حد تک آگاہ کر دیا جائے تا کہ جزا و سزا کے لئے آگاہی اور تنبیہ کی ہر حجت پوری ہو جائے۔ چنانچہ یہ سرگزشت یوں ہے کہ) جب تمہارے نشو و نما دینے والے نے فرشتوں سے ارشاد کیا! کہ میں حقیقتاً زمین میں (اپنے احکام و قوانین نافذ کرنے کے لئے اختیارات دے کر) خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں تو انہوں نے (مزید آگاہی حاصل کرنے کے لئے) کہا! کہ کیا کسی ایسے کو (خلیفہ) مقرر کیا جانے والا ہے جو امن و اطمینان تباہ کر کے زندگی کے حسن و توازن کو بگاڑے گا اور خوں ریزیاں کرے گا۔ حالانکہ ہم (پہلے ہی)

تیرے احکام بجالانے میں پوری طرح سرگرمِ عمل ہیں اوراس کے ساتھ تیری بڑائی و پاکیزگی کی تحسین وستائش کرتے رہتے ہیں۔اور تیرے بےعیب و بےخطا ہونے کا ہم میں تیرا ذکر و بیان جاری رہتا ہے (اس لئے ہم خلیفہ مقرر کئے جانے کی ضرورت نہیں جان سکے)۔اللہ نے ارشاد کیا! کہ بلاشبہ میں وہ سب جانتا ہوں جو تمہارے علم میں نہیں۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۱﴾

31-لہٰذا، اللہ نے آدم کو تمام اَسماء کا علم دے دیا یعنی اللہ نے آدم کو تمام اشیاء، حقیقتوں، صفتوں اوران کے بارے میں علوم سے آگاہ کردیا پھرانہیں فرشتوں کے سامنے پیش کردیا۔اور پھرارشاد کیا! کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان اَسماء کے بارے میں بتاؤ۔

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳۲﴾

32-انہوں نے کہا! صرف تیری ذات ہی ہرعیب سے بلند ہے۔ہمیں اس بارے میں علم حاصل ہی نہیں۔ ہمارے پاس صرف اتنا علم ہے جتنا علم تُو نے ہمیں دیا ہے۔اوراس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ تُو ہی لامحدود علم کا مالک ہےاور تُو ہی حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اورنادرست کی اٹل حدیں مقرر کرکے فیصلے کرنے والا ہے۔

قَالَ يٰٓـاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

33-اللہ نے ارشاد کیا! اے آدم! (اب تم) انہیں ان اَسماء سے آگاہ کرو۔پھر جب آدم نے انہیں ان اَسماء سے آگاہ کردیا تو ارشاد ہوا! کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اورزمین میں موجود تمام پوشیدہ حقیقتوں کو میں ہی جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہواور جو تم چھپاتے ہو۔

(نوٹ: اَسماء: کا مادہ (س م و) ہےاور اِس کا واحد اِسم ہے۔بنیادی طور پر اِس کا مطلب ہے ایسی علامت جس سے کچھ بھی پہچانا جاسکے۔یعنی کسی صفت، حالت، شے، حقیقت، وجود، غیب، حاضر وغیرہ سب کے لئے نام ضروری ہے تاکہ وہ پہچانی جاسکے اوراُس کے بارے میں مزید سے مزید جانا جاسکے۔یہ صلاحیت اللہ نے ادم کو عطا کردی جبکہ ملائیکہ یا جنات کو یہ تحقیق درتحقیق کی صلاحیت عطا نہیں کی گئی تھی۔تحقیق درتحقیق سے ہی کائنات کے راز ظاہر ہوتے جاتے ہیں اوراُنہیں اختیار کیا جاسکتا ہے یا اُن سے کام لیا جاسکتا ہے جسے کائنات کا یا حقائق کا مسخر ہونا کہا جاتا ہے۔انسان کو عطا شدہ یہ ایسی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے دیگر اکثر مخلوقات اِس کی فرماں بردار ہیں۔ اِسی صلاحیت یا صلاحیت کے مجموعے کو اَسماء کہا گیا ہے کیونکہ یہ صلاحیتیں ہی ہرصفت اور ہر حقیقت کو اُس کی اصل کے مطابق نام دے کر اُسے قابل ذکر بنا دیتی ہیں اور اِسی سے منسلک ہوکر اِنسانی ذمہ داریوں کے درجات طے ہوتے ہیں اور حقائق وصفات سے کام لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ سَماء جس کی جمع سمٰوات یعنی آسمان ہے اُس کا مادہ بھی

یہی س م و ہے۔ اور اِس کا اپنا بنیادی مطلب ہے بلند یا اوپر چھایا ہوا ہونا۔ لہٰذا' انسان کے حوالے سے اَسماء کے پیش نظر یہی ہے کہ انسان اَسماء کے علم کی وجہ سے بلند مرتبت اور کائنات میں چھا جانے والی مخلوق بن گئی۔ کیونکہ باطنی طور پر بھی انسان سمٰوات اور اِس کے مظاہر یعنی چاند سورج ستاروں اور کہکشاوں کی صفات رکھنے والی مخلوق ہے لہٰذا' یہ ہے ادم کو اسماء کا دیا گیا علم)۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

34- چنانچہ جب ہم نے فرشتوں سے کہا! کہ آدم کے واسطے سرِ تسلیم خم کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور ابلیس نے شدت سے یہ انکار (آدم کے مقابلے میں) اپنی بڑائی کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کیا اور (نتیجہ یہ ہوا کہ) وہ ان میں شامل ہو گیا جو اللہ کے احکام و قوانین اور سچائیوں کا انکار کر کے سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

35- اور ہم نے بتلا دیا! کہ اے آدم! تم اپنی شریکِ حیات کے ساتھ جنت میں یعنی راحتوں کے مقام میں سکونت اختیار کرو۔ اور تم دونوں اس میں اطمینان سے جہاں سے جی چاہے سامانِ نشو و نما استعمال کرو، مگر اس شجرہ کے قریب بھی نہ جانا (ورنہ) تم ان میں سے ہو جاؤ گے جو طے شدہ حقوق کی حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کے مجرم بنتے ہیں۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

36- پھر شیطان نے انہیں اس سے اسی طرف مائل کر لیا (کہ تم شجرہ کے قریب نہیں جاؤ گے تو بلند درجات کیسے حاصل کرو گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور نتیجے کے طور پر وہ) اس مقام سے نکال دیئے گئے جہاں وہ تھے۔ تب ہم نے حکم دیا! کہ تم یہاں سے اتر جاؤ کیونکہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں۔ اور تمہارے لئے زمین اور اس کے ساز و سامان کو ایک خاص وقت تک کے لئے قیام گاہ بنا دیا گیا ہے'

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

37- لیکن ایسے میں آدم نے اپنے نشو و نما دینے والے سے آگاہیاں حاصل کر لیں اور پھر اللہ نے ان کا واپس درست راستہ اختیار کر لینا قبول کر لیا، کیونکہ اس میں کوئی شک و شبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ خطاؤں سے واپس لوٹ کر درست راستہ اختیار کرنے والوں کی واپسی قبول کرنے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۳۸﴾

38-(لیکن انہیں یہ دکھانے کے لئے کہ وہ کہاں تک اپنی توبہ میں سچے ہیں) ہم نے حکم دیا! کہ تم سارے کے سارے یہاں سے اتر جاؤ۔مگر(یادرکھو کہ) اگر تمہارے پاس میری طرف سے درست وروشن راستے کے لئے رہنمائی آئے تو تم میں سے جو اس رہنمائی کی پیروی کریں گے تو نہ انہیں مستقبل کے اندیشے ہوں گے اور نہ ماضی کے پچھتاوے اور غم ہوں گے۔

ع 4 10 4

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۳۹﴾

39- لیکن وہ لوگ جو(اس روشن رہنمائی کو)تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے اور اسے جھٹلائیں گے تو یہ وہی لوگ ہوں گے جو(دوزخ) کی آگ میں جانے والے ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(**نوٹ**:ابلیس اور آدم کی سرگزشت 2/30-39، 7/11-26، 17/61-65، 15/26-44 اور 20/116-123 میں بھی بیان کی گئی ہے۔آیت 2/30 میں لفظ خلیفہ بھی اہم ہے۔اس کا مادہ (خ ل ف) ہے جس کا مطلب ہے ایک کے بعد دوسرا یعنی جانشین۔سیاق وسباق کے لحاظ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ملائیکہ برتر مخلوق تھی پھر اس کے بعد انسان کو برتر مخلوق قرار دے دیا گیا۔اسی لئے آیات 2/30, 32 میں ملائکہ اللہ کے لئے اپنی زیادہ سے زیادہ برتر فرمانبرداری کا ذکر کرتے ہیں یعنی یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ بشر سے برتر جس مقام پر فائز ہیں اس مقام پر خوں ریزیاں کرنے والی بشر جیسی مخلوق کا پہنچنا شاید محال ہو۔اور اس سلسلے میں نا ختم ہونے والی بحثیں اور تفاسیر منظرِ عام پر آتی رہی ہیں۔مجموعی طور پر ان بحثوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔پہلا گروہ آدم سے مراد ایک مرد اور اس کی بیوی سے مراد ایک عورت اور سجدے سے مراد کسی کے لئے اس کے سامنے ماتھا زمین پر رکھنا اور شجرہ سے مراد درخت اور جنت سے مراد باغ لیتا ہے۔اسی سے جو تاثر اور منظر ذہنِ انسانی میں ابھرتا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ:

اللہ ہے اور اس کے سامنے فرشتے کھڑے ہیں اور سامنے آدم ہے اور ایک طرف اس کی بیوی ہے اور ساتھ ہی کہیں جنت ہے اور اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ آدم کو سجدہ کرو۔اس پر سارے فرشتے اپنے ماتھے آدم کے لئے زمین پر لگا دیتے ہیں یعنی سجدے میں پڑ جاتے ہیں مگر ابلیس انکار کر دیتا ہے۔

ایسی تشریح وتفسیر ومنظر سے ناقدین مندرجہ ذیل نکات اٹھاتے ہیں: یہ کہ اللہ کا حکم صرف ملائیکہ کے لئے تھا جنوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا اس لئے ابلیس کا انکار بلا جواز محسوس ہوتا ہے۔اور یہ کہ اللہ کے سامنے مخلوق کا مخلوق کو اس طرح سجدہ کرنا جیسے کہ اوپر مطلب دیا گیا ہے بذاتِ خود اللہ کے طے شدہ احکام سے مختلف محسوس ہوتا ہے۔جواب دیا جاتا ہے کہ یہ سجدہ آدم میں اللہ کی روح کو تھا۔لیکن 70/4، 78/38 اور 98/4 کے مطابق روح کا ملائیکہ کی طرح الگ مخلوق کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔اور یہ کہ اللہ نے اپنی روح سے صرف آدم میں پھونکا ہے اس کی بیوی کا ذکر نہیں ہے جبکہ 3/195 کے لحاظ سے مرد اور عورت کے اعمال کا

حساب ایک جیسا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال، اس طرح کے نکات اٹھانے والوں نے اس تشریح سے اور بھی نکات اٹھائے ہیں۔
دوسرا گروہ ان محققین کا ہے جنہوں نے آدم و ابلیس کی سرگزشت کی تشریح صرف اور صرف انتہائی عقلی بنیادوں پر کی ہے۔ انہوں نے ملائیکہ سے مراد ایسی کائناتی قوتیں لیا ہے جو قوانین خداوندی کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور روح سے مراد وہ الوہیاتی توانائی لیتے ہیں۔ اور ابلیس سے مراد انسان کے وہ جذبات جو نا امیدی کی وجہ سے اسے اللہ کے قوانین کو پس پشت ڈال کر ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لئے اکساتے ہیں۔ اور شیطان سے مراد وہ انسان کے سرکشی کرنے والے جذبات لیتے ہیں۔ لہٰذا، ایسی تشریحات سے انہوں نے آدم و ابلیس کی سرگزشت کی تفسیر یا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے، بہرحال، اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایسے محققین نے آدم کو روح، ابلیس، شیطان کا مظہر قرار دے کر انسان کو عقلی طور پر آدھا وحدت الوجود اور آدھا وحدت الشہود کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی ہے جس سے بہت سے غیب یا ماورائی حقائق انسانی اعتقاد سے باہر محسوس ہوتے ہیں جیسے 19/17 کے مطابق روح کا حضرت مریم کے سامنے بشری صورت میں آنا، اور معجزات اور 114/5,6 کے مطابق انسانی سینوں یعنی انسانی جذبات یا ذہنوں میں وسوسہ ڈالنے والی علیحدہ علیحدہ مخلوقات جیسے جن اور بذات خود انسان ہیں۔ البتہ شجرہ، سجدہ وغیرہ کے مطالب جو عقلیت پسندوں نے اختیار کیے وہ تیسرے گروہ کے لئے قابلِ قبول ہیں۔
تیسرا گروہ 2/38 کے مطابق جس میں ہے کہ ''ہم نے کہا تم سب جنت سے اتر جاؤ'' آدم سے مراد عورتوں اور مردوں کی مجموعی مخلوق لیتا ہے اور اس سارے منظر میں وقت کو بہت اہمیت دیتا ہے یعنی جب آدم تخلیق ہوا یا مخلوقِ آدم تخلیق ہوئی تو وہ نا معلوم زمانہ ہے اور آدم کی مخلوق جنت میں نہیں رہتی تھی بلکہ آیات 2:34-35 کے مطابق یہ مخلوق جنت میں اُس وقت داخل ہوئی جب اُس نے اسماء سیکھ لیے اور جب فرشتوں نے اُس کی تابعداری اختیار کر لی۔ اور 76/1 کے مطابق انسان ایک نا معلوم زمانے تک قابلِ ذکر چیز نہیں تھا۔ اس دوران ملائیکہ مخلوقات میں بشر سے بھی اور جنوں سے بھی اور کئی دوسری نامعلوم مخلوقات سے افضل مخلوق تھی۔ اور کسی نا معلوم زمانے میں ملائیکہ کو آگاہی دی گئی کہ مخلوقِ آدم بھی ہے جو اس وقت تک قابل ذکر نہیں تھی اور بشری صورت میں زندگی گزار رہی تھی اور اسی وجہ سے اس کے متعلق ملائیکہ نے کہا تھا کہ وہ خون خرابہ کرنے والی مخلوق ہے (2/30) کیونکہ اس وقت تک وہ اسے ایسے ہی دیکھتے آ رہے تھے کہ بشری مخلوق صرف جبلتوں پر زندگی گزارنے والی ہے۔

چنانچہ ایک نا معلوم زمانے کے بعد مخلوقِ آدم کو 15/26,28,29 کے مطابق بشر میں اللہ نے اپنی روح سے پھونک کر یعنی بشر کے ساتھ مخلوقِ روح کو منسلک کر کے اسے ملائیکہ سے بھی افضل کر دیا۔ سجدہ کا مطلب ہے تابع فرمان، فرمان پذیری اور سرِ تسلیم خم کر لینا۔ ماتھا زمین پر رکھ کر کسی کی عظمت کا اعتراف کرنا سجدہ کے لئے کسی کا اپنے طور پر ایک اظہار ہے بذات خود سجدہ نہیں ہے جیسا کہ 17/107 میں ہے ٹھوریوں کے بل سجدہ کرنا۔ چنانچہ جب ملائیکہ کو حکم ہوا کہ آدم کی فرماں پذیری اختیار کرو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمام مخلوقات جن سے ملائیکہ افضل ہیں وہ بھی خود بخود آدم کی تابع فرمان ہو جائیں جن میں جن بھی تھے اور جنوں میں ابلیس بھی تھا جس نے انکار کر دیا کیونکہ وہ بشر کو صرف بشر ہی دیکھتا آ رہا تھا اور اس زمانے میں وہ بشر میں روح کے مقام کو نہ جان سکا تھا۔ یہ تیسرا گروہ اس جنت سے مراد جہاں مخلوقِ آدم یعنی مرد عورتیں یا یہ ساتھی جوڑے رہتے تھے ایک ایسا

جہان یا ایسی زمین لیتا ہے جہاں راحتوں کی اور آسائشوں کے سامان کی فراوانیاں تھیں اور یہ مخلوق ایک نامعلوم زمانے تک اس قدر ترقی یافتہ ہوکر رہی اور محبتوں اور مسرتوں میں رہی کہ انہیں کوئی مشکل اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا، 20/118,119۔ یہ تیسرا گروہ شجرہ سے مراد اس کا بنیادی مطلب اختلاف لیتا ہے کیونکہ لغت کے مطابق اس کا بنیادی مطلب ہی جھگڑا، انتشار و اختلافات ہیں اور شجر کو درخت بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جڑیں اور شاخیں وڈالیاں وغیرہ منتشر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کا مخلوقِ آدم کو یہ حکم تھا کہ وہ قطعئی طور پر آپس میں اختلافات کے قریب تک نہ جائیں مگر شیطان نے انہیں اختلافات کے ذریعے ہی بلند درجات حاصل کرنے کے لئے اکسایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس قدر تباہ و برباد ہو گئے کہ وہ لباس تک سے محروم ہو گئے، 7/27۔ بہرحال، جنت کا وہ جہان یا وہ زمین مخلوقِ آدم سے چھین لی گئی اور ان کی رہنمائی اس زمین کی طرف کر دی گئی جہاں وہ اب قیام پذیر ہے۔ اور اس زمین پر بھی اللہ نے 7/35 کے مطابق مخلوقِ آدم کو یعنی نوعِ انساں کو اپنے رسولوں اور آخری رسول محمدؐ کے ذریعے پھر وہی پیغام دیا کہ اللہ ایک ہے، اسی کی مرکزیت کے تحت اس کے احکام وقوانین کو اختیار کر کے 15/39 کے مطابق ابلیس سے بچ جانا وہ گناہوں کو آراستہ وخوشنما بنا کر تمہیں گمراہ کر دے گا اور 20/124 کے مطابق پھر تم معیشت کی تنگی میں زندگی بسر کرو گے اور 15/43 کے مطابق پھر تم لازماً ایسی حالت میں داخل کر دیے جاؤ گے جو جہنم ہی جہنم ہے۔ بہرحال، تیسرے گروہ کی تشریح پر بھی نکات اٹھانے والوں نے نکات اٹھائے ہیں۔ مگر یہ تشریح حقیقت کے زیادہ قریب محسوس ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس زمین پر صرف اپنی خواہشات کا پیروکار بن کے رہ جانا بہت بُرا ہے 7/176۔ اور اگر انسان نے پھر شجرہ کا پھل کھایا یعنی آپس میں شدید اختلاف پیدا کر لئے تو اس کا ثمر یعنی اس کا نتیجہ آیت 7/27 کے مطابق پھر وہی نکل سکتا ہے جس تباہی و بربادی سے کہ آدم گزر آیا ہے۔ اس لئے یہ دنیا بھی ایک شجرہ کی مانند ہی ہے۔ اس کے ثمرات یعنی اس کی خوشگواریاں حاصل کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نسلِ آدم کو قرآن ایک ایسے ضابطۂ زندگی کے طور پر عطا کر دیا گیا ہوا ہے جو اسے ظلمت سے نکال کر نور میں لے آتا ہے، 14/1 اور آخرت میں اسے ایسی جنت میسر آئے گی جو اس کی پہلے والی جنت سے بھی بہتر اور دنیا کی بہترین خوشگواریوں کی مثال سے بھی بلند ہوگی، 13/35)۔

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِيٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِيَّايَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾

40-(مگر نسلِ آدم توبہ پر قائم نہ رہ سکی اور نازل کردہ ہدایت کو قبول کرنے اور مسترد کرنے کی کشمکش میں الجھی رہی۔ اور اللہ انہیں بار بار یاد دلاتا رہا کہ ہدایت کو تسلیم کر لو۔ اور ایک بار پھر اس نے یاد دلاتے ہوئے کہا کہ) اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو تمہیں انعام کے طور پر عطا کی گئی تھی (یعنی جب ہم نے مادی آسائشوں اور رسولوں کی وساطت سے دی گئی آگاہی سے تمہیں مالا مال کر دیا تھا) اس لئے میرے ساتھ کیا گیا اپنا عہد (کہ تم نازل کردہ ہدایت کی پیروی کرو گے) پورا کرو تاکہ میں اپنا وعدہ (جو اگلی زندگی میں جنتیں عطا کرنے کا ہے وہ پورا کروں اس وجہ سے تم دلوں سے شرک اور خوف کو دُور کر دو اور) تم صرف مجھ سے ڈرا کرو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

41-اور (قرآن کے اس ضابطۂ ہدایت) کو تسلیم کرلو جو میں نے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے۔ اور یہ انہی کو سچ کر دکھانے والا ہے جو (نازل کردہ کتابیں) تمہارے پاس ہیں۔ مگر سب سے پہلے تم ہی اس کا انکار کرنے والے نہ بن جانا (کیونکہ تم پہچانتے ہو کہ قرآن وحی کے سوا کچھ نہیں)۔ اس لئے میرے احکام وقوانین کی (اپنے مفادات کی خاطر) حقیر سی قیمت پر سودے بازی نہ کرنے لگ جانا، بلکہ تباہیوں سے بچنے کے لئے میرے ہی احکام وقوانین سے چمٹے رہنا۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

42-اور (یادرکھو) سچائیوں کو غیر سچائیوں میں مت ملانا اور نہ ہی سچائی کو چھپانا جبکہ تمہیں اس کے بارے میں علم وواقفیت حاصل ہو۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

43-اور نظامِ صلٰوۃ قائم کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے نظام پر عمل پیرا رہنا۔ اور اس (نظام کو قائم کرنے اور اسے استحکام دینے) والوں کے ساتھ مل کر جدوجہد کرتے رہنا۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

44-(اور! یادرکھو) کہ تم دوسرے انسانوں کو تو تاکید کرتے ہو کہ دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا کرو (البر) لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو سب کچھ بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو (یعنی نازل کردہ ضابطۂ حیات کی پیروی کا دعویٰ بھی کرتے ہو) کیا تم ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے (کہ اللہ کا نازل کردہ ضابطۂ حیات ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا)۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾

45-اور ثابت قدمی کے ذریعے اور نظامِ صلٰوۃ کے ذریعے متوازن رہنے کی مدد حاصل کرو (تاکہ تم تضادات سے محفوظ رہ سکو)۔ اور تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسا کرنا ان پر دشوار نہیں جن کے دل اللہ کی محبت میں جھکے رہتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع

46-(اور ایسا وہ لوگ ہی کرسکتے ہیں) جنہیں یقین ہے کہ انہیں لازماً اپنے نشوونما دینے والے کے سامنے جانا ہے اور وہ لوٹ کر اسی کی طرف چلے جارہے ہیں۔

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴿۴۷﴾

47-اور اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو بھی یاد کرو جو تمہیں انعام کے طور پر عطا کی گئی تھی (اور وہ یہ تھی جسے) تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ تمہیں عالمین پر فضیلت دی گئی تھی (یعنی تمہیں تمہاری ہم عصر اقوام میں برتری عطا کر دی گئی تھی)۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴿۴۸﴾

48- مگر (اس نعمت کی تم نے قدر نہ کی۔ بہرحال) تباہیوں سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو (کیونکہ آخرت) کے دن کوئی انسان کسی انسان کے کچھ بھی کام نہ آ سکے گا۔ اس لئے کہ کسی اس جیسے کا اس کے پاس مدد کے لئے آ کھڑا ہونا قبول نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جا سکے گی۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴿۴۹﴾

49-اور (اے بنی اسرائیل! میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے تمہیں نجات دی کیونکہ فرعون کے پیروکاروں نے تمہارے اوپر ایسی بدترین اور دردناک حالت طاری کر رکھی تھی کہ جس میں تمہاری عورتوں کو تو وہ زندہ رہنے دیتے مگر تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے۔ یہ تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے ایک بہت بڑی تکلیف دہ آزمائش تھی (تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ اس آزمائش سے نکالے جانے کے بعد تم کون سے روّیے اختیار کرتے ہو)۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴿۵۰﴾

50-اور (ہمارا وہ احسان بھی یاد کرو کہ جہاں سے تم گزرنے والے تھے وہاں پانی کا بڑا ذخیرہ تھا مگر وہاں) ہم نے تمہارے لئے سمندر میں پانی کو جدا کر دیا اور تمہیں نجات دی (اور تمہیں اس میں سے گزار کر ہم لے گئے) مگر فرعون اور اس کا لشکر سب غرق ہو گئے اور یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴿۵۱﴾

51-اور (میرا وہ احسان بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے چالیس راتوں میں موسیٰ کو (تمہارے لئے زندگی گزارنے کے اصول وقوانین اور طریقے وسلیقے عطا کر دیئے اور اُس سے اُنہیں اپنانے اور نافذ کرنے) کا وعدہ لے لیا تو اس دوران

اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کو اپنا خدا بنالیا، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تم تھے ہی اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کرنے والے مجرم لوگ۔

ثُمَّ عَفَوۡنَا عَنۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴿۵۲﴾

52- لیکن اس کے باوجود ہم نے ایک بار پھر تم سے درگزر کیا تاکہ تمہارے گناہوں کے اثرات ختم ہوجائیں (عفو) اور تم شکرگزار بن کر (میری نوازشات کی قدر کرتے رہو)۔

وَاِذۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَالۡفُرۡقَانَ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ﴿۵۳﴾

53- اور (میرا وہ احسان بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے موسیٰ کو نہ صرف کتاب یعنی ضابطۂ حیات عطا کیا بلکہ اسے ایسی آگاہی بھی عطا کی جس کی بناء پر وہ سچائیوں اور غیر سچائیوں کو صاف طور پر علیحدہ علیحدہ کردیتا تھا تاکہ تم درست اور روشن راہ پر چل کر اطمینان بھری منزل تک پہنچ سکو۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰى بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ ؕ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ﴿۵۴﴾

54- اور (نازل کردہ احکام وقوانین لے آنے کے بعد) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! کہ تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنے آپ پر ظلم کرلیا ہے۔ لہٰذا اب تم واپس اپنے نشوونما دینے والے کی طرف لوٹ آؤ اور اپنے نفسوں (کے اندر بسے ہوئے شرک) کو تم ہلاک کرڈالو، کیونکہ تمہیں نشوونما دینے والے کے نزدیک تمہارے لئے یہی بہتر ہے (ورنہ تم کسی بڑی تباہی کے حقدار ہوجاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جیسے موسیٰؑ نے کہا تھا)۔ اس وجہ سے اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی کیونکہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ وہ گناہوں کو چھوڑ کر واپس درست راستے پر آنے والوں کی واپسی قبول کرلینے والا ہے۔

وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ﴿۵۵﴾

55- اور (ایک بار پھر تم سرکش ہوگئے) جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم تمہاری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں جب تک کہ ہم اس اللہ کو (جس کی طرف سے تم یہ احکام وقوانین لے کر آئے ہو ہم اسے) اپنی آنکھوں سے بے نقاب نہیں دیکھ لیتے۔ (ذرا سوچو! کہ تقاضا تمہارا اللہ کو بے نقاب دیکھنے کا تھا مگر ہمت کا یہ عالم) کہ ایک بجلی کی کڑک نے تمہیں آ پکڑا (تو تمہارے ہوش اڑ گئے حالانکہ) تم دیکھ رہے تھے (کہ وہ صرف بجلی کی کڑک ہی تھی اور کچھ نہیں)۔

ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴿۵۶﴾

56-(مگر) تم پر اس موت (کی حالت کے باوجود) اس کے بعد ہم نے ایک بار پھر تمہیں اٹھا کھڑا کیا تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ (اور میری نعمتوں اور نوازشات کی قدر کرنے لگ جاؤ)۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

57-اور (پھر جہاں تم تھے وہاں چلچلاتی دھوپ میں کہ جس کی تمازت سے ہلاکتیں ہو جاتی ہیں اور جہاں پر تمہارے لئے کوئی سر چھپانے کے لئے پناہ گاہ نہیں تھی اور نہ ہی کھانے پینے کا سامان تھا، وہاں پر نہ صرف) ہم نے تم پر (پانیوں سے بھرے ہوئے) بادل سایہ فگن کئے رکھے بلکہ تم پر من وسلویٰ نازل کئے رکھا تا کہ تم ہماری جانب سے عطا کی گئی خرابیوں سے پاک زندگی بخش اشیاء کھا پی سکو۔ اس لئے (وہ جنہوں نے سرکشی اختیار کی تو) انہوں نے یہ ظلم ہم پر نہیں کیا تھا بلکہ اپنے ہی نفسوں پر کیا تھا۔

(**نوٹ:** من وسلویٰ: یہ ایک قسم کی دودھیا طرز کی میٹھی گوند نما چیز تھی جو وہاں جھاڑیوں یا درختوں پر جمی ہوتی تھی اسے من کہا جاتا تھا۔ ویسے من کا مادہ (م ن ن) ہے اس کا بنیادی مطلب ہے اللہ کا ہر وہ احسان جس کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی محنت و مشقت نہ اٹھانی پڑے اور نہ ہی کوئی مزدوری و معاوضہ دینا پڑے۔ سلویٰ سفید رنگ کا ایک پرندہ بٹیر کے مشابہ تھا جو سینا کی وادیوں میں بنی اسرائیل کو میسر آیا تھا۔ ویسے سلویٰ کا مادہ (س ل و) ہے اور اس کا بنیادی مطلب ''ہر وہ چیز جو تسلی دے'' شہد کو بھی سلویٰ کہتے ہیں اور گوشت کو بھی سلویٰ کہتے ہیں اور سہولت اور آرام کی زندگی کو بھی سلویٰ کہتے ہیں جس میں غم وفکر نہ ہو۔)

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

58-اور (یہ بھی ہمارا احسان یاد کرو کہ) جب ہم نے کہا تھا! کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور وہاں سے جو جی چاہے جی بھر کے کھاؤ مگر بستی کے دروازے پر ہی سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا۔ اور یہ کہتے جانا! (کہ اے ہمارے پروردگار) ہمارے اوپر سے ہمارے گناہوں کے بوجھ اتار دے اور ہماری خطاؤں کو معاف کر دے! تو پھر ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر کے تمہیں اپنی حفاظت میں لے لیں گے۔ اور اس طرح جو لوگ زندگی کے حسن وتوازن میں اضافہ کرنے کی تگ ودو کرتے ہیں تو ہم بھی انہیں اور سے اور (نعمتیں) دیتے چلے جاتے ہیں۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

59- لیکن پھران ظلم کرنے والے لوگوں نے اس بات کو بدل کر (جو ان سے کہی جاتی تھی اس کے الٹ کوئی اور) بات (کہنی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ) پھر ہم نے ان زیادتی و بے انصافی کرنے والے مجرموں پر آسمان سے سخت آفت نازل کر دی کیونکہ وہ اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابیاں پیدا کرنے والے راستے پر چل پڑے تھے۔

(**نوٹ:** فاسق: یہ لفظ فسق سے نکلا ہے اور اس کا مادہ (ف س ق) ہے۔ اس کا مطلب دائرہ حق سے باہر نکل جانا۔ مگر عربوں میں فسق جس لفظ سے نکلا تھا وہ یوں تھا کہ کھجور کے پھل کے اوپر ایک چھلکا ہوتا ہے وہ گویا اس پھل کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ پھل ایک طرف سے چھلکے کی حفاظت سے باہر نکل جاتا ہے تو وہ اپنی پختگی تک نہیں پہنچتا اور خود بھی خراب ہو جاتا ہے اور چھلکے کے اندر والے پھل کو بھی خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اسے فسقت کہا جاتا تھا۔ چنانچہ قرآن کی رُو سے فسقون یا فاسق کا مطلب ہوگا اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابیاں پیدا کرنے والا راستہ اختیار کرنا)۔

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾

60- اور (تم ہمارے اس احسان کو بھی یاد کرو) جب موسیٰ دُعا مانگتے ہوئے اپنی قوم کے لئے پانی کی (تلاش میں تھا، تب ہم نے اس کی اس جگہ کی جانب رہنمائی کر دی جہاں) اس نے ہمارے حکم سے ایک پتھریلی چٹان پر اپنی لاٹھی سے ضرب لگائی تو وہاں سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ اور پھر قوم کے ہر گروہ نے اپنے لئے پانی کے چشمے کو جان پہچان لیا۔ مگر (انہیں یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ) اللہ کی عطا کی گئی زندگی بخش چیزوں میں سے کھاؤ پیو لیکن زمین میں امن واطمینان اور زندگی کے حسن وتوازن کو تباہ نہ کرتے پھرنا۔

(**نوٹ:** مفسدین: اس کا مادہ (ف س د) ہے۔ یہ فسد سے نکلا ہے۔ اور اس کا بنیادی معنی ہے کسی چیز کا اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہنا اور مضمحل یا کمزور ہو کر خراب حالت کی طرف چلے جانا۔ فساد جو ہے یہ اصلاح کی ضد ہے اور اصلاح کا مطلب ہے سنوارنا یا حسن وتوازن قائم کرنا۔ لہٰذا فساد کا مطلب ہے حسن وتوازن کو بگاڑنا۔ قرآن کی رُو سے بھی یہ ہے کہ جو پروگرام اللہ نے انسان کو دیا ہے اسے بگاڑنا فساد ہے)۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

61-(لیکن اس ساری آ گاہی، تنبیہہ اور ہدایت کے باوجود یاد کرو کہ) جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک ہی قسم کا کھانا (یعنی من وسلویٰ) کھاتے رہیں۔ اس لئے تم اپنے نشوونما دینے والے سے ہمارے لئے زمین میں اُگنے والی نباتات میں سے (جیسے کہ) ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ) پیدا کرنے کی دعا کرو۔ موسیٰ نے کہا! (افسوس ہے کہ جن اعلیٰ مقاصد کے لئے فرعون سے جان چھڑا کر صحراؤں اور ویرانوں کی تکالیف اٹھائیں، ان کو بھول کر اب تم صرف کھانے پینے کے ہی ہو کر رہ گئے ہو اور) تم برتر کے بدلے کمتر کا تقاضا کر رہے ہو تو اس کے لئے جاؤ کسی شہر میں جا رہو۔ وہاں تمہیں وہ کچھ مل جائے گا جو تم مانگتے ہو۔ (لیکن اس کے باوجود وہ اپنے تقاضوں پر قائم رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ) وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے اور وہ محتاج اور بدحال ہو گئے اور یوں وہ اللہ کی طرف سے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے ساتھ یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کے احکام وقوانین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ اللہ کے نبیوں کو بغیر کسی ثبوت وجواز کے قتل کر دیتے۔ بہرحال یہ تھا نتیجہ ان کی اللہ سے نافرمانیوں کا۔ اور (وہ زندگی کو حسین بنانے والی) اعتدال وتوازن قائم رکھنے والی حدوں کو توڑ کر زیادتی پہ زیادتی کیا کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـــِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

62-(اور ان کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ جو چاہے کرتے پھریں ان پر اللہ کے قوانین لاگو نہیں ہوتے اس لئے انہیں کوئی سزا اور عذاب نہیں مل سکتا کیونکہ صرف وہی اللہ کی خاص اور پسندیدہ قوم ہیں۔ مگر ان کا یہ دعویٰ ہی غلط تھا۔ کیونکہ اللہ کے قانون کے مطابق جس میں) کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور جو عیسائی اور صابی ہوئے (ان میں) سے جو بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور سنور نے سنوارنے کے کام کرتا رہا تو ان کے لئے ان کے نشوونما دینے والے کے پاس صلہ موجود ہے۔ اور ان پر نہ مستقبل کے اندیشے طاری ہوں گے اور نہ ہی ماضی کے غم اور پچھتاوے۔

(**نوٹ**: صابین: اس لفظ کا مادہ (ص ب ا) ہے۔ اس کا مطلب ہے نکلنا اور ظاہر ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ صابی جو تھے یہ نصاریٰ کا یعنی عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا جو ستاروں کی اس طرح تعظیم کرتا تھا جیسے مسلمان کعبے کی کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ کوئی ستارہ پرست قوم تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ نوحؑ کے دین کی پیروی کرنے والی قوم تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ ایکسائی فرقہ کا دوسرا نام تھا اور یہ یہودیوں سے تھا۔ ایکسائی ایک ماہرِ نجوم تھا اور اس کے پیروکاروں کو ستاروں سے دلچسپی تھی۔ ایکسائی اپنی کتاب کو الہامی کہتا تھا۔

اس کے جانشین کا نام صوبی آئی تھا ممکن ہے اس سے ان کے پیروکاروں کو صابین کہا جاتا ہو اور بعد کے لوگوں نے انہیں ستارہ پرست کہہ دیا ہو۔ مگر قرآن کی رو سے صابی کا مطلب ستارہ پرست نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن کسی مشرک کو اللہ کے اچھے اجر کی خبر نہیں دیتا بلکہ مشرکوں، منافقوں اور کافروں کو سخت سزا کی خبر دیتا ہے۔ لہٰذا صابی کا مطلب جو ڈکشنریوں کے مطابق ہے کہ ''نکل جانا'' اور تحقیق کرنے والے صابی کا مطلب ''ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے والا'' کرتے ہیں تو یہ قرآن کے سیاق وسباق کے مطابق معلوم ہوتا ہے اور اسی آیت کے مطابق جو اللہ اور آخرت کو تسلیم کرتا ہے یعنی جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو تسلیم کرتا ہے اِس کے مطابق محمدؐ سے پہلے وہ سب ہیں جو اپنے اپنے دور کے مطابق نازل کردہ وحی کے احکام تسلیم کرتے تھے اور محمدؐ کے آجانے کے بعد صرف وہ سب جو اللہ کے احکام کے مطابق محمدؐ اور قرآن کو تسلیم کرتے اور اختیار کرتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان کا مطلب ہے اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا)۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

63-اور (تمہارے اس قسم کے غلط دعوے اور بار بار کی گمراہی کو ختم کرنے کے لئے یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا اور طُور کو تمہارے اوپر بلند کر دیا تھا (اور حکم دیا تھا کہ ہمارے احکام وقوانین) جو ہم نے تمہیں دیئے ہیں ان پر پوری دل جمی سے عمل کرتے رہنا اور جو کچھ ان کے (مقاصد ہیں) ان کا ذکر کرتے رہنا (یعنی انہیں مت فراموش کرنا) تاکہ تم تباہ کن نتائج سے بچ سکو۔

ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَکُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۴﴾

64- لیکن اس محکم عہد و پیمان کے بعد تم اس سے پھر گئے۔ مگر پھر بھی اگر اللہ (اپنے قانونِ مہلت کے تحت سنبھلنے کے لئے مزید وقت کی صورت میں) تم پر فضل نہ کرتا اور نشوونما کے لئے قدم بہ قدم تمہاری مدد و رہنمائی نہ کرتا تو تم یقیناً تباہ ہو چکے ہوتے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَہُمْ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۶۵﴾ۚ

65-اور بلاشبہ (یہ تھے وہ حالات جن کے بارے میں تمہیں) اچھی طرح آگاہ کیا گیا۔ اور تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے (ایک یہ پابندی کہ) ہفتے کے روز (مچھلیاں نہ پکڑو) پر بھی قائم نہ رہ سکے اور اس نظم وضبط کو توڑ ڈالا۔ پھر اُن پر ہمارا (پیکروں کو مسخ کر دینے والا) حکم طاری ہو گیا تب وہ (مسخ ہو کر) ذلت امیزی میں بندروں (کے پیکر) بن کر رہ گئے۔

فَجَعَلْنٰہَا نَکَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہَا وَمَا خَلْفَہَا وَمَوْعِظَۃً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۶﴾

66-اور یوں ہم نے (انہیں مسخ شدہ چلتے پھرتے پیکر بنا کر) ان کے ہم عصروں اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا تاکہ وہ لوگ جو سبق آموز آگاہی کے مطابق چلنے والے ہیں وہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے

نازل کردہ احکام وقوانین کو اختیار کیئے رکھیں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝67

67-اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! کہ اللہ نے تمہاری گائے پرستی ختم کرنے کے لئے حکم دیا ہے کہ تم لازماً ایک (وہ گائے جس کی پرستش کی جاتی تھی) ذبح کرو۔تو وہ کہنے لگے! کیا تم ہمارے ساتھ مذاق کررہے ہو؟ موسیٰ نے جواب دیا! کہ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں ان میں سے ہو جاؤں جو جاہل ہیں (یعنی جو اللہ کے احکام اور سچائیوں کو سمجھتے ہی نہیں اور ان سے منہ موڑے رکھتے ہیں)۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝68

68- مگر وہ کہنے لگے! کہ آپ اپنے رب سے درخواست کریں کہ وہ ذرا اور واضح طور پر بتائے کہ وہ گائے کس قسم کی ہونی چاہیئے۔موسیٰ نے کہا! کہ اللہ کا ارشاد ہے! کہ بے شک وہ گائے نہ بوڑھی ہو نہ بالکل کم عمر ہو بلکہ دونوں عمروں کے درمیان میں ہو۔لہٰذا اب تم اس حکم کی تعمیل کرڈالو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝69

69-وہ کہنے لگے! (کہ بات اب بھی واضح نہیں ہوئی لہٰذا) اپنے رب سے یہ بھی پوچھ دو کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔موسیٰ نے پھر کہا! کہ یقیناً اللہ کا ارشاد ہے! کہ وہ گہرے زرد رنگ کی گائے ہو جس کا رنگ ایسا شوخ ہو کہ دیکھنے والوں کا جی خوش ہو جائے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝70

70-(مگر اے بنی اسرائیل، اس پر بھی تم آمادہ عمل نہ ہوئے اور مزید حجت بازی کے لئے) کہا! کہ اپنے نشوونما دینے والے سے ذرا صاف صاف پوچھ کر بتائیں کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ گائے کے تعین کے بارے میں بات اب بھی کچھ مشتبہ سی ہے (تاکہ ہم صحیح بات تک پہنچ جائیں) اور یقیناً جو کچھ اللہ کا منشا ہے ہم ٹھیک اسی رہنمائی کے مطابق کریں گے۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝71

71-موسیٰ نے کہا! کہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے کہ! وہ گائے نہ محنت کرنے والی اور

نہ ہی وہ زمین پر ہل جوتنے کے لئے ہو اور نہ ہی کھیتی کو پانی سے سیراب کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہو۔ اور صحیح وسالم ہو۔ اور وہ ہر قسم کے داغ دھبے سے پاک ہو۔ تب انہوں نے کہا! (کہ اے موسیٰؑ) اب تم پوری بات لے آئے ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا۔ ورنہ (جس طرح وہ لیت ولعل کر رہے تھے اس سے تو) وہ کبھی بھی یہ کرنے والے نہ تھے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ

72-اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ تو تم آپس میں جھگڑتے (اور قتل کا الزام ایک دوسرے پر لگاتے تھے۔ اور تم میں سے ہر ایک اس قتل سے اپنے آپ کو بری قرار دیتا اور اسے دوسرے کی طرف منسوب کرتا تھا۔ مگر جو کچھ تم نے کیا تھا اور) جسے تم چھپاتے تھے اللہ نے وہ سب ظاہر کر دیا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

73-تب ہم نے (اُنہیں ایسے طریقۂ کار کے بارے میں) رہنمائی دی (جس کو استعمال کر کے چوٹ سے بے جان ہوئے جسم میں زندگی کی حرکت پیدا ہو سکتی تھی۔ لہٰذا' اُس طریقۂ کار) کے مطابق اُس کے ایک حصے کو ضرب لگائی گئی (اور اس طرح اس کے جسم میں حرکت پیدا ہو گئی اور اس نے راز ظاہر کر دیا) یوں اللہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لے کر (یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ اللہ کی نشانیوں کے مقاصد کیا ہیں)۔

(نوٹ: بعض محققین جن کا تعلق جسمانی چوٹوں سے انسان پر طاری ہو جانے والی موت کی حالتوں سے ہے، اُن کے لئے یہ آیت انتہائی اہم اور تحقیق طلب ہے تاکہ وہ اس آیت میں درج طریقۂ کار کے لئے مزید سے مزید تحقیق کر سکیں)۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

74-(غرضیکہ تمہارے ساتھ یہ کچھ ہوتا رہا۔ تم بگڑتے اور بنتے رہے۔ آخر کار تم نے اللہ کے احکام وقوانین سے یکسر منہ موڑ لیا) پھر اس کے بعد تمہارے قلوب پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت۔ کیونکہ تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ پتھروں میں تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو پھٹ جاتا ہے اور اس سے پانی کا چشمہ ابل پڑتا ہے۔ اور ان میں بلا شبہ کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی ہیبت سے گر جاتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ بھی تم کرتے چلے جاتے ہو اللہ اس سے قطعی طور پر بے خبر نہیں۔

(**نوٹ**: موسیٰؑ کا لفظ عبرانی لفظ موشا سے ہے جس کا مطلب ہے پانی سے نکالا ہوا۔ اگر یہ قبطی زبان کے لفظ موشے سے نکلا ہے تو اس کا مطلب ہے نہ ڈوبنے والا۔ موسیٰؑ کا تعلق بنو اسرائیل کے قبیلے بنولادی سے تھا۔ اس قبیلے کو بنو اسرائیل میں وہی مقام حاصل تھا جو ہند میں برہمن کو حاصل ہے۔ دیگر تمام اسرائیلی قبائل بنولادی سے مذہبی رہنمائی حاصل کرتے تھے اور اپنی پرستش گاہوں میں انہی کو امام و پیشوا لگاتے تھے۔ قرآن میں موسیٰؑ کا ذکر تقریباً 129 مرتبہ آیا ہے۔ موسیٰؑ کا سال ولادت 1571 ق م جانا جاتا ہے اور وہ محمدؐ سے تقریباً 2141 سال پہلے پیدا ہوئے اور وہ تقریباً 40 سال کی عمر تک مصر میں رہے اور کہا جاتا ہے کہ 1531-1491 ق م تک مدین میں رہے۔ وہاں شعیبؑ کے پاس رہنے کا موقع ملا، موسیٰؑ ایک عرصے تک ان کا ریوڑ چراتے رہے۔ مگر وہاں شعیبؑ سے انہیں نہایت بلند پایہ پیغمرانہ تربیت میسر آئی۔ شعیبؑ کی بیٹی صفورا سے موسیٰؑ کی شادی ہوئی۔ موسیٰؑ سے جو کتاب منسوب ہے اسے تورات کہتے ہیں۔ تورات میں آپ کو دینِ ابراہیم کو جدید کرنے والا، ملتِ اسرائیلیہ کا بانی اور بہت بڑا قوانین دینے والا بتایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مصر سے بنی اسرائیل 1491 ق م میں نکلے تھے اور موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو لے کر صحرائے تیہہ میں 1491-1454 ق م تک قیام کیا۔ بنی اسرائیل صحرائے سینا سے نکل کر ہی صحرائے تیہہ کے ایک سرسبز مقام پر ٹھہرے تھے۔ صحرائے سینا میں ایک پہاڑ شرقاً غرباً خلیج عقبہ سے خلیج سویز تک پھیلا ہوا ہے اس پہاڑ کا نام حوراب ہے اور طُور اسی کی ایک چوٹی کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی پہاڑ حوراب کی ایک وادی کا نام ''طویٰ'' ہے۔ صحرائے تیہہ کے مقام پر کئی سالوں تک رہنے کے بعد موسیٰؑ کنعان کی طرف بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ اور کنعان کے قریب ہی ایک پہاڑ نیبو کے پاس کہیں پڑاؤ کر لیا۔ راستے میں ایدوم کے پاس ان کے بھائی ہارون فوت ہو گئے اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا۔ ایک دن موسیٰؑ نیبو پر چڑھ گئے ان کے ساتھ ان کے کچھ اہم پیروکار بھی تھے۔ اس پہاڑ پر ہی وہ فوت ہو گئے اور وہیں پر وہ مدفون ہیں۔ اس وقت ان کی عمر 120 سال تھی)۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

75-(بہرحال اُمتِ یعقوب یعنی بنی اسرائیل کے رویے اور طور طریقے تو اس قسم کے تھے، لیکن اے اہلِ ایمان) کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ (یعنی یہودی، شرک و فساد اور تکبر و انکار کی روش چھوڑ کر قرآن کی نازل کردہ حقیقتوں کو) تمہاری خاطر تسلیم کر لیں گے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے کلام کو سنتے ہیں اور پھر خوب سوچ سمجھ کر اس میں (اپنے مقاصد اور تعصّبات کے تحت) تبدیلی کر ڈالتے ہیں (جس سے وحی کی بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے)۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

76-اور (تم انہیں ایماندار سمجھتے ہو حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ) جب یہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں! کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں! (اس جماعت سے ملنا جلنا تو اچھا ہے مگر ہمیں اس کی احتیاط برتنی چاہئے کہ) ان سے وہ باتیں نہ کہہ دی جائیں جنہیں اللہ نے تمہارے اوپر ظاہر کر رکھا ہے تاکہ کہیں یہ تمہارے رب کی ان باتوں کو دلیل کے طور پر (ہمارے خلاف لا کر ہمارا منہ نہ بند کر دیں لہٰذا وہ آپس میں کہتے ہیں کہ) اس بات کے لئے کیا تم عقل استعمال نہیں کرتے ہو (کہ اگر ہم اپنی باتیں ان کو بتاتے رہے تو وہ یقیناً ہمیں مات دے دیں گے)۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

77-(لیکن) کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے سوچتے کہ جس اللہ نے (ان پر انکشاف کر رکھا ہے) یقیناً وہی اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جسے یہ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں۔

النصف

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

78-اور ان (یہودیوں) میں سے (ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کے لوگ) قطعی طور پر نہ پڑھائے گئے ہیں اور نہ انہیں کچھ سکھایا گیا ہے۔ اور وہ لوگ کتاب کا (یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین کا) ذرا سا بھی علم نہیں رکھتے مگر وہ (اس کے متعلق) صرف اپنے جھوٹے خیالات (کی پیروی کئے چلے جاتے ہیں حالانکہ وہ اس بارے میں جو کچھ علم رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ بالکل ان کے اپنے ذہن کے وضع کردہ اندازے اور) گمان ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

79- لیکن (انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ) یہ تو ایسے لوگوں کی تباہی و بربادی ہے جو خود سے احکام وقوانین وضع کر کے لکھ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اور اس طرح (سادہ و بے خبر لوگوں سے) تھوڑے بہت فائدے حاصل کرتے رہتے ہیں۔ (مگر یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے) کہ ان کی (یہ خود ساختہ باتیں) جو وہ تحریر کرتے ہیں اور جو ان سے وہ کما رہے ہوتے ہیں، وہ تباہی و بربادی کا موجب ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾

80-اور وہ (یہودی) یہ بھی کہتے ہیں کہ (ہمارا انجام بالکل ایسا نہیں کہ) ہمیں دوزخ کی آگ چھو سکے۔اور اگر ایسا ہوا بھی تو یہ صرف چند گنے چنے دنوں کے لئے ہوگا۔(مگر اس طرح کے لوگوں سے پوچھنے کی بات یہ ہوتی ہے کہ) کیا تم نے اللہ سے کوئی ایسا عہد لیا ہوا ہے کہ جس عہد کی وہ خلاف ورزی نہیں کرے گا یا یہ کہ تم اللہ کی جانب سے ایسی باتیں کہتے ہو (جن کے بارے میں اور جن کے انجام کے متعلق تم بالکل) ہی بے خبر ہو۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

81-(حالانکہ) یہ طے ہے کہ جس نے بُرائی اختیار کی اور (اس کی وجہ سے) اس کی خطاؤں کے احاطے میں آ کر (بُرائی پر بُرائی کرتا چلا گیا) تو پھر یہ وہی لوگ ہیں جو اہلِ نار ہیں (یعنی دوزخ والے ہیں اور) اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع 11

82-لیکن (جہنم والوں کے برعکس) جن لوگوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لی اور سنور نے سنوارنے کے کام کرتے رہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو جنتی ہیں اور وہ اس (راحتوں کے مقام میں) ہمیشہ رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

83-اور (یاد کرو کہ تمہارا اللہ سے بالکل یہ عہد نہیں تھا کہ تم جو مرضی کرتے رہو مگر تم سے اس کی باز پرس ہی نہ ہو بلکہ یہ تو یوں ہے کہ) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کے احکام وقوانین کی اطاعت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ بہت ہی حسین رویے اختیار کرنا اور وہ جو تمہارے رشتہ دار ہیں اور وہ لوگ جو یتیم یعنی بے یار و مددگار رہیں اور وہ جو کاروبار کرنے کے قابل نہ رہے یا جن کے چلتے کاروبار ٹھہر گئے (مساکین)،ان سب کے ساتھ (نہایت حسین سلوک کرنا تا کہ یہ اپنے آپ کو تنہا اور بے بس نہ سمجھیں) اور عام انسانوں سے بھی بہت حسین گفتگو کرنا۔اور نظامِ صلوٰۃ قائم کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے نظام پر عمل کرتے رہنا۔(لیکن یہ احکام اور سبق آموز آگاہی حاصل کر لینے کے بعد) ایک بار پھر تم میں سے سوائے چند کے باقی سب سیدھا راستہ چھوڑ کر دوسری طرف چل نکلے۔(مگر یہ کوئی اتفاقی بات نہیں تھی کیونکہ) تم تھے ہی (سیدھے راستوں سے) منہ موڑ لینے والے (لوگ)۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

84-اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد بھی لیا تھا کہ تم آپس میں خوں ریزیاں نہیں کرو گے اور نہ ہی تم ایک دوسرے کو اس کے وطن سے نکال کر (بے وطن) کرو گے اور ایک بار پھر تم نے (اس بات کا) اقرار کر لیا تھا جس کے تم خود گواہ ہو (مگر پھر تم اس پر قائم نہ رہ سکے۔)

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾

85-اور پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے ہی ایک فریق (کے کمزور و بے بس لوگوں کو) ان کے گھروں سے نکال باہر کرتے ہو۔اور (انہیں کمزور جان کر) ان پر اس طرح چڑھائی کرتے ہو کہ گویا انسانیت کی ہر قدر تباہ ہو کے رہ جاتی ہے (الاثم) اور تم ان سے ان کے حقوق چھین کر انہیں پریشانیوں میں مبتلا کیئے رکھتے ہو (العدوان)۔اور (جب نکالے گئے کمزوروں اور بے سہاروں کو کوئی مغلوب پا کر) قیدی بنا لیتا ہے تو تم ان کا فدیہ دے کر انہیں چھڑا کر (سمجھتے ہو کہ تم نے اپنی طرف سے اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کر دیا) حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سنگین جرم اور بدترین گناہ تھا۔مگر کیا تم اللہ کے نازل کردہ نظامِ زندگی کے کچھ حصوں پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ لیکن پھر (یاد رکھو کہ) تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا تو اسے دنیا کی زندگی میں بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور قیامت کے دن وہ ایسے عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو شدید ترین ہو گا۔اور (یہ بھی یاد رکھو کہ تم اس سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے ہو کیونکہ) اللہ تمہارے کسی عمل سے غافل نہیں ہے۔

ع 10 4 10

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

86-یہ ہیں وہ لوگ جو دنیا کی زندگی (کی آسائشوں کو حاصل کرنے کے لئے) آخرت (کی سرفرازیوں کا) سودا کر لیتے ہیں۔اس لئے وہ ایسے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہو گی اور (کوئی ایسا نہیں ہو گا جو اس حال سے نکلنے میں) ان کی مدد کر سکے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

87-اور تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے (اے بنی اسرائیل! تمہارے لئے صرف) موسیٰ کو ہی کتاب یعنی ضابطۂ حیات عطا (نہیں) کیا بلکہ اس کے بعد بھی (نوعِ انساں کی طرف) یکے بعد دیگرے مختلف رسول آتے رہے۔ اور پھر عیسیٰ ابنِ مریم ہماری جانب سے واضح مدلل ثبوت لے کر آیا (تاکہ وہ جو اللہ کے نازل کردہ احکام اور سچائیوں کا انکار کرتے ہیں ان کے انکار کی وجہ ختم ہو جائے) اور ہم نے اس کی مدد روح القدس سے کی۔ لیکن کیا (وجہ ہے کہ) جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ (احکام وقوانین) لے کر آیا جنہیں تمہارے نفسانی (مفادات) پسند نہیں کرتے تھے تو تم نے تکبر سے (انہیں ٹھکرا دیا۔ اور ان رسولوں میں سے) کچھ کو تم جھٹلاتے رہے اور کچھ کو قتل کرتے رہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

88-اور (اے رسولؐ! اب یہ وحی جو تم پر نازل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ان کی بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ اس پر غور کرنا تو ایک طرف، یہ اسے سننا تک بھی نہیں چاہتے اور) کہتے ہیں! کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں (یعنی ہم پر تمہاری وحی کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ان سے کہو کہ یہ کوئی خوبی یا فخر کی بات نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ) نازل کردہ حقیقتوں سے انکار کرتے رہنے کی وجہ سے اللہ نے انہیں اپنی محبت سے دُور کر رکھا ہے۔ لہٰذا بہت کم ہیں جو ایمان رکھتے ہیں (باقی تو وہ ہیں جنہوں نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے)۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

89-اور اب جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ضابطۂ حیات آ گیا ہے (اور یہ انہی نازل کردہ احکام وقوانین کو) سچ کر دکھانے والا ہے جو ان کے پاس موجود ہیں (مگر جو ان کے اپنے ردوبدل کی وجہ سے قابلِ یقین اور قابلِ عمل نہیں رہے) اور وہ اس سے پہلے اس کا انکار کرنے والوں سے (کہا کرتے تھے! کہ اللہ کی طرف سے اب آئے گا ایسا نظامِ زندگی جو قابلِ عمل آگاہی اور رہنمائی سے لبریز ہو گا اور جو اُن کے شکوک وشبہات دُور کر کے قائل کرنے میں) فتحیاب رہے گا۔ مگر جب یہ (نظامِ زندگی نازل) ہوا تو یہ اچھی طرح اسے جاننے اور پہچاننے کے باوجود اس کی حقیقتوں کا انکار کر بیٹھے۔ لہٰذا اسی وجہ سے اللہ نے ان انکار کرنے والوں پر اپنی لعنت کر رکھی ہے یعنی انہیں اپنی محبت سے دُور کر رکھا ہے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

90-(چنانچہ) کس قدر کراہت آمیز اور بُری ہے وہ چیز (یعنی جہالت اور دنیا پرستی) جس کے بدلے میں ان لوگوں نے

اپنے آپ کا سودا کر رکھا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ اللہ کے نازل کردہ (احکام وقوانین اور سچائیوں) سے بغاوت کرتے ہیں جنہیں اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر مناسب سمجھتا ہے نازل کرتا ہے (مگر ان کا تعصب اور ضد یہ ہے کہ رسول صرف انہی میں سے ہونا چاہیئے جس پر یہ کلام نازل ہو)۔ اس لحاظ سے تو انہوں نے (اپنے آپ کو اللہ کی جانب سے) ایک کے بعد ایک شدید سزا کا حقدار کرلیا ہے۔ چنانچہ اس طرح سرکشی وانکار کرتے رہنے والوں کو تو ذلت آمیز عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَآ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الۡحَـقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ‌ؕ قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۱﴾

91-اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اس قرآن) پر جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے ایمان لے آؤ! تو وہ کہتے ہیں کہ! ہم صرف اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی تھی۔ اس کے سوا ہم کسی اور چیز کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ یہ (قرآن) ایسا سچ ہے جو اپنی گواہی آپ ہے اور وہ اُسے سچ کر دکھانے والا ہے جو کچھ ان کے پاس ہے (یعنی جو اُن کی جانب نازل ہوا ہے)۔ ان سے کہو! (کہ اگر تمہارا یہی اعتراض ہے کہ تم اس قرآن کو اس وجہ سے نہیں مانتے کہ یہ ایک غیر اسرائیلی کی طرف نازل ہوا ہے تو بتاؤ کہ) اس سے پہلے (جو اسرائیلی رسول تمہاری طرف آتے رہے تھے تو) تم ان اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کر دیتے تھے اگر تم (واقعی اپنی ہی کتاب پر) ایمان رکھتے تھے۔

وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۹۲﴾

92-اور یہ بھی حقیقت ہے کہ موسیٰ تمہارے پاس واضح ثبوت لے کر آیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے بعد (جس دوران وہ کوہ طور پر رہا) تم نے گائے کی پرستش شروع کر دی کیونکہ تم تھے ہی اللہ کے حقوق سے انکار کر کے اس کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کرنے والے مجرم لوگ (ظٰلمون)۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاسۡمَعُوۡا ‌ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا وَاُشۡرِبُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ‌ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۳﴾

93-اور (ان سے یہ بھی پوچھو کہ) جب انہوں نے ہمارے ساتھ (اس وقت) پکا عہد کیا تھا (جب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ) جو ہم نے طُور کو ان کے اوپر بلند کیا ہے وہ (ان پر گرنے والا ہے) تو جو کچھ انہیں دیا گیا ہے وہ اسے مضبوطی و استقلال کے ساتھ اختیار کیئے رکھیں گے اور (پھر ان سے کہا گیا کہ) سنو! (ان نازل شدہ احکام وقوانین اور سچائیوں کو تسلیم کرو، انہیں سمجھو اور انہیں اپناؤ) تو تم نے (یعنی تمہارے اسلاف نے کہا تھا کہ) ہم نے سن لیا۔ لیکن پھر تم نے

نافرمانی کی اور سب کچھ اَن سنا کر دیا کیونکہ یوں انکار کرتے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ تمہارے دلوں میں بچھڑے کی پرستش رچی ہوئی تھی۔ (چنانچہ اے محمدؐ) کہو ان سے کہ کس قدر کراہت آمیز بُرا راستہ ہے (جس کو اختیار کرنے) کا حکم تمہارا (نام نہاد) ایمان دیتا ہے۔ (اور ان سے یہ بھی پوچھو کہ کیا) ایسی ہوتی ہے امن اور بے خوفی والی حالت جسے تم اختیار کئے بیٹھے ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾

94- (اور اے رسولؐ! ان سے یہ بھی) پوچھو کہ آخرت کا گھر (یعنی مرنے کے بعد کی وہ زندگی جہاں اعمال کی جوابدہی ہوگی وہاں اللہ کی طرف سے میسر آنے والا حسین راحتوں کا مقام) اگر خالصتاً تمہارے ہی لئے ہے اور وہ دوسرے انسانوں (یعنی غیر اسرائیلیوں کے لئے نہیں ہے) تو پھر تمہیں موت سے ڈرنا ہی نہیں چاہئے بلکہ اس کی تمنا کرنی چاہئے اگر تم واقعی اپنے دعوٰی میں سچے ہو۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

95- لیکن یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے کیونکہ جو کچھ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے (اس دنیا میں کیا دھرا) اگلے جہان میں بھیج رکھا ہے (اس کے بدلے میں انہیں عبرتناک سزا کا سامنا کرنا پڑے گا) اور اللہ ایسے لوگوں کو مکمل طور پر جانتا ہے جو دوسروں کے حقوق کو کم کر کے یا ان سے انکار کر کے اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کے مجرم بنتے ہیں۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع

ع 11 10 11 معانقة 2 عند المتاخرین 12

96- (اور اسی وجہ سے اے محمدؐ) تم انہیں سب انسانوں سے زیادہ زندگی کا حریص پاؤ گے۔ اور ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا (یعنی اللہ پر بھروسہ کم کر کے اس کے اختیارات میں کسی اور کو شریک کرتے رہے تو) ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر ہزار سال کی ہو جائے۔ لیکن اگر اسے اتنی ہی عمر دے بھی دی جائے تو آخر کار اسے عذاب کا سامنا تو تب بھی کرنا ہی پڑے گا۔ اس لئے کہ وہ جو چیز بھی کرتے ہیں وہ اللہ سے اوجھل نہیں (کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے)۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾

97-(اور یہ جو) جبرائیل سے اس لئے دشمنی رکھتے ہیں (کہ وہ ایک غیر اسرائیلی یعنی محمدؐ کی جانب وحی لے کر آتا ہے تو اے محمدؐ ان سے) کہو! کہ اس نے یہ (قرآن) تمہارے قلب پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے (یعنی سچائیوں کو تسلیم کرنے اور ان پر عمل کرنے والی رسولؐ کی نورانی صلاحیتوں کے مجموعے پر نازل کیا گیا ہے اور یہ قرآن) اس کو سچ کر دکھانے والا ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے (یعنی قرآن سے پہلے کی نازل شدہ کتابیں جو ان کے پاس ہیں ان میں درج وحی کی باتوں کو سچ کر دکھانے والا ہے) اور یہ ان لوگوں کو جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن کی حالت میں داخل ہو جاتے ہیں انہیں ایسے روشن و درست راستے کے لئے رہنمائی دیتا ہے جو اطمینان بھری منزل کو جاتا ہے اور انہیں ایسے نتائج کی خبر دیتا ہے جو ان کے لئے حقیقی مسرت کا باعث ہوتی ہے (بشریٰ)۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾

98-(اور ان کی یہ دشمنی صرف جبرائیل تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس لئے اے محمدؐ انہیں تنبیہہ کر دو کہ) جو کوئی بھی اللہ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کے رسولوں سے اور جبرائیل سے اور میکائیل سے دشمنی رکھے گا (تو یاد رکھو کہ) اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ ایسے تمام انکار کرنے والوں کا دشمن ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾

99-اور اس میں بھی کوئی شک وشبے والی بات نہیں کہ (اے محمدؐ) ہم نے آپ کی طرف واضح اور شفاف دلائل پر مبنی احکام وقوانین نازل کئے ہیں۔ مگر ان سے صرف وہی انکار کرتے ہیں جو اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت سے نکل کر خرابی پیدا کرنے والا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾

100-اور (یہ تو ہے ان کے اعتقادات کی حالت اور جہاں تک ان کی عملی زندگی کا تعلق ہے) تو جب کبھی انہوں نے عہد و پیمان کیا تو انہی کے کچھ لوگوں نے اس عہد کو ایک طرف پھینک دیا بلکہ ان میں سے تو اکثر ایسے ہیں (جو مستقل قدروں پر یقین ہی نہیں رکھتے اور) نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾

101-اور (اے رسولؐ! ان لوگوں کے لئے اللہ کے رسولوں، وحی اور اللہ کے احکام وقوانین کی مخالفت کرنا کوئی نئی بات

نہیں کیونکہ) جب اللہ کی جانب سے ان کے پاس کتاب (انجیل کے ساتھ عیسیٰؑ) رسول آیا جو اس نازل شدہ ضابطۂ زندگی (یعنی کتاب تورات) کی تصدیق کرتا تھا جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی تو ان میں سے ایک فریق نے ان تمام نازل شدہ احکام وقوانین سے (یعنی کتاب تورات سے) اس طرح منہ موڑے رکھا جیسے کہ وہ اسے جانتے تک نہیں۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ١٠٢

102-اور (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ ایسے کلام، علم، اور کلمات جو جادو، دھوکہ، فریب کے لئے استعمال کئے جا سکتے تھے ان کے گرویدہ ہو گئے اور) انہوں نے جو شیطان پیش کیا کرتے تھے (اس گمراہ و برباد کر دینے والے) علم کو حاصل کر کے ان کی پیروی شروع کر دی اور ان شیطانوں کا تعلق سلیمان کی مملکت سے تھا۔ (اور یہ لوگ اس علم کو سلیمانؑ سے منسوب کیا کرتے تھے)۔ حالانکہ یہ ناممکن تھا کہ سلیمان اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین اور سچائیوں سے انکار کر کے سرکشی اختیار کرتا (اور کسی بھی گمراہ کن علم کی پیروی کرتا)۔ البتہ اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین اور سچائیوں کا انکار تو شیاطین کیا کرتے ہیں کیونکہ یہ انسانوں کو جادو کی تعلیم دیتے اور یہ اس علم کی تعلیم دیتے جو کہ بابل میں دو ملکین ہاروت اور ماروت پر اللہ نے نازل کر رکھا تھا۔ اور وہ (یہ علم) کسی کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ وہ سیکھنے والے کو مکمل طور پر آگاہ نہ کر دیتے اور تنبیہہ نہ کر دیتے کہ جو کچھ ہم سکھا رہے ہیں وہ مکمل طور پر آزمائش میں ڈال دینے والا علم ہے، اس لئے آپ اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین اور سچائیوں سے انکار کر کے سرکشی اختیار نہ کریں۔ (بہر حال یہ ان لوگوں کی آزمائش تھی) مگر وہ اس تنبیہہ کے باوجود ان سے ایسی چیز سیکھتے جو کسی شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان ناچاقی اور علیحدگی پیدا کرنے والی تھی۔ (حالانکہ یہ انہیں تسلیم کر رکھنا چاہئے تھا کہ) اس قسم کے علم اور چیز کے ذریعے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ نفع ونقصان سوائے اللہ کے قانون کے ممکن نہیں۔ اور وہ ان سے جو کچھ سیکھتے (اگر وہ عقل سے کام لیتے اور غور کرتے تو جان جاتے کہ) وہ چیز انہیں نفع نہیں پہنچا سکتی تھی بلکہ صرف نقصان کا ہی باعث بن سکتی تھی۔ اور اس میں بھی کوئی شک وشبے والی بات نہیں کہ انہیں یہ بھی علم تھا کہ جس کسی نے بھی اس طرح کا سودا کر لیا تو اس کا آخرت (کی سرفرازیوں اور راحتوں) میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور یہ اس قدر کراہت آمیز بُری چیز ہے جس کے

بدلے میں انہوں نے اپنے نفسوں کا سودا کرلیا ہوا تھا۔کتنا اچھا ہوتا! کہ وہ اس (سودے کی حقیقت کو) جانتے۔

(**نوٹ**: بابل: بابل کا مطلب خلط ملط یا گڑ بڑ ہے۔بابل شہر بغداد سے ستر میل جنوب میں شہر حلہ سے پانچ میل شمال میں دریائے فرات کے دونوں کناروں پر مربع شکل کا شہر تھا۔دونوں حصے پل سے ملے ہوئے تھے جس کے ستون پتھر کے تھے۔اور یہ حصے دریا کے نیچے سے ایک سرنگ کے ذریعے بھی ملائے گئے تھے۔اگرچہ اس شہر کے حکمرانوں کی تاریخ طوفان نوحؑ سے بھی پہلے کی ہے مگر سلیمانؑ کے دور کا بابل شہر اپنی طرز کی تہذیب کا مرکز تھا۔یہ دور تقریباً 950ق م کا ہے یعنی محمدؐ سے تقریباً 1520 سال پہلے کا ہے۔یہودیوں کی تباہی بھی اہل بابل کے ہاتھوں ہوئی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شہر ایک عرصہ تک دفاعی مرکز بھی رہا ہوگا۔یہاں پہ سات منزلہ مینار بھی تھا اور ایک ٹیلے پر معلق باغات بھی تھے جو بخت نصر بادشاہ نے بنوائے جس کا زمانہ 625-605ق۔م ہے یعنی محمدؐ سے تقریباً 1170 سال پہلے کا ہے۔

ہاروت و ماروت: یہ دونوں الفاظ عربی نہیں ہیں بلکہ غیر عربی یا عجمی ہیں۔ان دونوں شخصیات کے بارے میں مختلف خیالات ہیں۔ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ بابل کے علاقے کے دو سردار تھے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ فرشتے تھے مگر انسانی شکل میں اس علم کو سکھاتے تھے جس کا ذکر اس میں ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ انسان ہی تھے مگر انہیں فرشتوں جیسا مقدس سمجھا جاتا تھا۔البتہ قرآن میں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ ملائیکہ میں سے تھے بلکہ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ وہ ملکین تھے۔

ملکین: اس لفظ کا ڈکشنری کیا مطلب دیتی ہے؟ اس سلسلے میں محققین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اس لفظ کا مادہ (ا ل ک) ہے جس کا بنیادی مطلب "پیغام پہنچانے کے ہیں" اس سے ملائیکہ کا لفظ نکلا ہے جس کا مطلب فرشتے لیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے کہنے والے ہاروت و ماروت کو فرشتے کہتے تھے۔مگر دوسرا گروہ ملکین کا مادہ (م ل ک) بتلاتا ہے جس کے بنیادی معنی قوت واختیار رکھنا وغیرہ ہیں۔اس لحاظ سے کہنے والے ہاروت و ماروت کو وہاں کے سرداروں میں سے مانتے ہیں۔البتہ جو وہ علم سکھاتے تھے وہ قرآن کی ملائیکہ کے بارے میں اگر مجموعی آگاہی کو مدِ نظر رکھیں تو وہ فرشتوں کے شایانِ شان دکھائی نہیں دیتی۔بہرحال یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے کوئی ایسی خطا سرزد ہوئی جس کی وجہ سے وہ اللہ کی سزا کی گرفت میں آ گئے۔قرآن کیونکہ اصل اہمیت مقاصد اور نتائج کو دیتا ہے اس لئے شخصیات یا جگہوں کا اکثر اوقات سرسری ذکر کرتا ہے۔اس لئے اہم بات یہ ہے کہ ان پر جو علم نازل ہوا اس سے نقصان پہنچتا تھا۔اور وہ یہ علم سکھانے سے پہلے سیکھنے والوں کو اس سے آگاہ کرتے تھے یعنی اس آیت کی آگاہی کے مطابق ہر سکھانے والے کو اپنے علم کے اچھے اور بُرے پہلوؤں سے آگاہ ہونا چاہئے اور سیکھنے والے کو اس سے آگاہ کرنا چاہئے۔

ہاروت و ماروت جو علم سکھاتے تھے یہودی لوگ اسے صرف نقصان کے لئے استعمال کرتے تھے۔سلیمانؑ جب نبوت پر فائز ہوئے تو انہوں نے جادو کا خاتمہ کیا۔فلسطین کے مدرسوں میں جابجا جادو سکھایا جاتا تھا۔بہرحال ان کے دورِ حکومت میں جہاں جہاں جادو سکھانے کی درسگاہیں تھیں ان کا خاتمہ کیا گیا اور جادو سکھانے کی جتنی تختیاں، کتابیں اور پانسے تھے انہیں زمین میں دفن کرا کے اس پر اپنا محل تعمیر کروا دیا تاکہ کوئی انہیں کھود کر دوبارہ نہ نکال سکے۔لٰہذا یہ غور کرنے کی بات ہے کہ اگر جادو سے نقصان پہنچ سکتا تو سب سے زیادہ نقصان سلیمانؑ کو پہنچنا چاہیے تھا جنہوں نے جادو اور جادوگروں کا قلع قمع کرنے کے لئے مہم چلا

رکھی تھی۔ چنانچہ اس آیت کے مطابق نوعِ انسان کو آگاہی دے دی گئی ہے کہ جادو یا جادو کا علم کسی کو بھی کسی بھی طرح سے نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ نفع ونقصان سوائے اللہ کے قوانین کے ممکن نہیں۔ بہرحال، سلیمانؑ کی مملکت میں جو شیاطین تھے وہ بھی انسان ہی تھے کیونکہ آیت 6:112 کے مطابق انسانوں میں سے بھی اور جنوں میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہاروت و ماروت جو ملاکین تھے وہ بھی فرشتے نہیں تھے بلکہ وہ بھی انسان تھے اور وہاں کے سردار تھے۔ لیکن یہ سوال کہ اس علم سے جو نقصان پہنچتا تھا تو وہ کیا تھا؟ تو اس آیت کے سیاق وسباق اور مطلب میں دیا گیا ہے کہ وہ علم یعنی وہ آگاہی ایسی تھی جو آزمائش میں ڈال دینے والی تھی یعنی جو شخص متعلقہ حقائق کی آگاہی رکھتا تھا وہ اگر اسے منفی پراپیگنڈے یا تاثر کے ذریعے میاں یا بیوی تک پہنچائے تو اس سے ان میں ناچاقی ممکن تھی اور اگر انہی حقائق کی آگاہی کو جو کسی میاں یا بیوی سے متعلق ہوتے تھے انہیں مثبت انداز اور اچھے ارادے سے ان تک پہنچائے تو اس سے ان کی محبت والفت میں اضافہ ہوتا۔ چنانچہ آیت میں اِسی حقیقت کو آزمائش کہا گیا ہے کہ چاہے تو جاننے والا اپنی آگاہی کو بُرے نتائج حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے اور اگر چاہے تو اچھے نتائج کے لئے استعمال کرے)۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾ ع 12 7 12

103-اور اگر وہ لوگ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کرکے امن وبے خوفی کی راہ پر چل پڑتے اور تباہیوں سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام کو اختیار کئے رکھتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ اللہ کے پاس سے انہیں خیر یعنی خوشگواری اور سرفرازی میسر آجاتی۔ اور کتنا اچھا ہوتا! اگر وہ اسے سمجھ جاتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾

104-(بہرحال) اے اہلِ ایمان! (ایسے ذو معنی الفاظ جو بیک وقت اپنے مخاطب کی تضحیک یا تعریف کے لئے استعمال ہوں مت استعمال کیا کرو اس لئے جب تم رسولؐ سے مخاطب ہوتے ہو تو) مت راعنا کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو (اور نبیؐ کی بات کو) غور سے سنا کرو کیونکہ (وہ لوگ جو ادب و احترام کے طریقوں سلیقوں کی سچائیوں کو) تسلیم کرنے سے انکار کرکے سرکشی اختیار کئے رکھتے ہیں تو ان کے لئے الم انگیز عذاب ہے۔

(نوٹ: یہ آیت ادب واحترام کے طریقوں کی آگاہی فراہم کرتی ہے۔ اس سلسلے میں ایسا لفظ جو مخاطب کے لئے بیک وقت اچھا اور بُرا معنی رکھتا ہے استعمال کرنے کی ممانعت کردی گئی ہے چنانچہ لفظ ''راعنا'' کو مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ''راعنا'' کا مطلب ہے ''ہماری رعایت کیجئے یا ہماری بات سن لیجئے اور ساتھ ہی اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ تم ہماری سنو تو ہم تمہاری سنیں یا اے صاحبِ رعونت یا اے جاہل واحمق وغیرہ۔ اس کی بجائے ''انظرنا'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری جانب توجہ فرمائیں یا ذرا ہمیں سمجھ لینے دیجئے)۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾

105-(لہٰذا) نہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور نہ ہی مشرکین اسے پسند کرتے ہیں کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو (یعنی خوشگواری و سرفرازی دینے والا بہترین کلام یعنی قرآن نازل ہو) مگر اللہ جسے مناسب سمجھتا ہے اس کی قدم بہ قدم اپنی مدد و رہنمائی سے اسے اس کے کمال تک لے جانے کے لئے مخصوص کر لیتا ہے کیونکہ اللہ ہی عظیم فضیلتوں اور فراوانیوں والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾

106-(یاد رکھو کہ) ہم جب کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی (کوئی آیت) لے آتے ہیں۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ نے ہر چیز پر مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں؟

(**نوٹ**: اس آیت کو قرآن کی بعض آیات کے منسوخ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن اس آیت میں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ ''جب ہم قرآن کی کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں''۔ آیت کے جو بنیادی نمایاں مطالب اختیار کئے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں ''نشانی، معجزہ، حکم و قانون و سچائی'' وغیرہ۔ نشانی کے لحاظ سے مطلب بہت واضح ہے۔ یعنی جیسے اونٹ اللہ کی نشانی ہے۔ مگر اب سواری کے لئے انسان کے پاس گاڑیاں، جہاز وغیرہ آ گئے جو بذاتِ خود اللہ کی آیات یعنی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح پھلوں اور پھولوں کی نئی قسمیں ہیں یا نئے ستاروں کا پیدا ہونا اور کئی ستاروں یا سیاروں کا پیدا ہوتے رہنا اور کئی کا ختم ہوتے رہنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ منسوخ کرتا رہتا ہے اور تخلیق کرتا رہتا ہے اور ان کی جگہ ویسی ہی یا ان سے بہتر آیات یعنی نشانیاں آتی رہتی ہیں۔ آیت کا دوسرا مطلب ''حکم و قانون'' ہے۔ اس لحاظ سے قرآن سے پہلے نازل شدہ کتابوں یا صحیفوں میں آئی ہوئی بعض باتوں کو ختم کر دیا گیا یا بدل دیا گیا یا ویسے کا ویسا ہی حکم نازل کر دیا گیا جیسے یہودیوں کے لئے ''سبت'' کا قانون نازل ہوا مگر مسلمانوں کے لئے ختم کر دیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن قرآن میں کسی آیت کو اللہ نے منسوخ نہیں کیا اور نہ ہی بدلا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن نور ہے اور اس کی کسی ایک سورۃ جیسی سورۃ بھی انسان اور جن مل کر نہیں بنا سکتے۔ جنوں اور انسانوں کو یہ چیلنج اس لئے بھی ہے کہ قرآن کی کسی سورۃ کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ ہی بدلی گئی ہے)۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾

107-(لہٰذا، یہ ہے وہ اللہ جس کے احکام و قوانین میں کوئی اختلاف و تضاد نہیں کیونکہ) کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں سارا اختیار و اقتدار اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی ولی ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مددگار۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْــَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾

108-(اوراے اہلِ ایمان)! کیا تم نے بھی یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ اپنے رسول سے ایسے ہی مطالبے کروگے جیسے کہ تم سے پہلے (بنی اسرائیل کے لوگ اپنے رسول) موسیٰ سے مطالبے کرتے رہے ہیں۔ (اس لئے یہ ضروری ہے کہ تم ان کے نتائج اورانجام سے سبق سیکھو) کیونکہ جس کسی نے بھی ایمان کو کفر میں تبدیل کر لیا تو پھراس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ وہ سوآء السبیل سے بھٹک گیا یعنی درست اور متوازن راستے سے ہی بھٹک گیا۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾

الثلثة

109-اہلِ کتاب میں سے اکثر یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگ جو ایمان لے آئے ہو تو تمہیں پھر سے کفر کی طرف لوٹا دیں۔ (یہ وہ اس لئے نہیں کر رہے ہے کہ ان پر حقیقت عیاں نہیں ہوئی)۔ حقیقت تو ان کے سامنے نکھر کر آ چکی ہے۔ لیکن وہ حسد جو ان کے نفسوں میں رچا ہوا ہے (اس کی وجہ سے وہ اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں)۔ لیکن تم ان سے درگزر کرتے ہوئے اور انہیں نظرانداز کرتے (آگے بڑھتے جاؤ) یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے (جو سرکشوں کو شکست دینے والا اور اطاعت گزاروں کو کامران کرنے والا ہوتا ہے) کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے ہر شے پر اس کی مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَءَاتُوا الزَّكٰوةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾

110- مگر (یہ ضروری ہے کہ تم) نظامِ صلوٰۃ قائم کرو اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے نظام پر عمل کرتے رہو۔ اور تم اپنے لئے جو بھی خیر (کا عمل) آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پالو گے، کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو، یقیناً اللہ وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصٰرٰى ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ﴿١١١﴾

111-اور (پھر یہ بھی ان کا) کہنا ہے کہ جنتوں میں سوائے یہودیوں اور عیسائیوں کے کوئی اور داخل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن یہ صرف ان کی بے معنی و غیر حقیقی آرزوئیں ہیں۔ ان سے کہو! کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لے کر آؤ (مگر وہ کبھی نہ لا سکیں گے)۔

بَلٰى ۚ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُۥ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُۥٓ أَجْرُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾

ع 13 9 13

112-ہاں (البتہ وہ جنتیں اس کے لئے ہیں) جو اپنا رخ اللہ (کے احکام وقوانین) کی طرف کر لیتا ہے اور زندگی میں

حسن وتوازن پیدا کرنے کی تگ و دو کرتا رہتا ہے (محسن)۔ ایسے انسان کا اجر اس کے نشو ونما دینے والے کے پاس ہے۔ (لہٰذا جو لوگ اس طرح زندگی گزاریں گے تو) ان پر نہ مستقبل کے اندیشے اور نہ ہی ماضی کے پچھتاوے اور غم طاری ہوں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَىْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۱۳﴾

113- لیکن (سچائیوں کا انکار کرنے والوں کی حالت عجیب ہوتی ہے اور اس سلسلے میں مسلمانوں کے خلاف یہودی اور عیسائی متحد ہیں، مگر آپس میں ان کے اختلافات کا یہ عالم ہے کہ) یہودی کہتے ہیں! کہ عیسائیوں کے (عقائد کی بنیاد) کسی شے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے (عقائد کی بنیاد) کسی شے پر نہیں ہے۔ حالانکہ وہ (اپنی اپنی نازل کردہ) کتاب بھی پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جن کے پاس (نازل کردہ کوئی بھی) علم نہیں، وہ بھی انہی جیسی بات کرتے ہیں۔ لہٰذا قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان ایسے معاملات کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوهَآ اِلَّا خَآئِفِينَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۱۴﴾

114- اور (حقیقت یہ ہے کہ قرآن انسان کی زندگی میں مکمل تبدیلی کی آگاہی دیتا ہے اور اس کی تعلیم دینے کے مراکز یعنی) مسجدوں میں جو شخص اس کے نام کا ذکر کرنے سے روک دے (یعنی اللہ کی صفات اور اس کے احکام وقوانین کے بارے میں آگاہی دینے سے روک دے) اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے تو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ یہ لوگ اس لائق ہی نہیں کہ ان مسجدوں میں داخل ہوں (اور اگر داخل ہونا ہی ہے تو ظلم کرنے کے تباہ کن نتائج سے) خوفزدہ ہو کر داخل ہوں ورنہ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی ذلت ورسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾

115- حالانکہ (دین کے مراکز یعنی مساجد میں نازل کردہ نظامِ حیات کی آگاہی وتربیت سے منع کرنے والے سرکش انسانوں کو خبر ہونی چاہیئے! کہ یہ ضابطۂ آئین اس طرح کا آفاقی ہے کہ یہ آگاہی دیئے جانے کے لئے یا نافذ کئے جانے

کے لئے کسی طرف و مقام اور وقت کا پابند نہیں کیونکہ) مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں (یعنی ساری اطراف اللہ ہی کی ہیں) اس لئے تم جدھر بھی رخ کرو گے تو وہ اللہ ہی کی طرف جانے کا راستہ ہے کیونکہ اس میں کوئی شک و شبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ لامحدود وسعت والا اور لامحدود علم والا ہے (اس لئے تم اس کے نظام کی آفاقیت کو روک نہیں سکتے)۔

(**نوٹ:** آیت میں لفظ وجہ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کا مادہ (و ج ہ) ہے۔ اس کا مطلب ہے ''کسی چیز کا وہ حصہ جو سب سے پہلے سامنے آئے، اس لحاظ سے چہرے کو وجہ کہتے ہیں۔ وجہ النہار یعنی دن کا ابتدائی حصہ۔ وجہ کے دوسرے مطالب ہیں عزت، مرتبہ وغیرہ مگر اس کے مزید اہم معنی یہ ہیں: ''راستہ جو مقصد تک لے جائے۔ آیت کے سیاق و سباق کے پیشِ نظر یہی معنی اختیار کئے گئے ہیں کیونکہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں یعنی اللہ ان کا مالک ہے یا اللہ کا ان پر اختیار ہے۔ مگر بعض مفسرین اس آیت کے وجہ اللہ والے حصے کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ''تم جدھر بھی رخ کرو گے اللہ ہی کا چہرہ ہے۔'' بہرحال سیاق و سباق کے لحاظ سے ''مقصد تک جانے کا راستہ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے)۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

116-اور (یہ تو حال ہے یہودیوں کا جن کا ذکر ہوتا آ رہا ہے۔ اب ذرا عیسائیوں کا بھی طریقہ و عقیدہ دیکھو)۔ ان کا کہنا ہے! کہ اللہ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے۔ (اس طرح تو انہوں نے اللہ کو انسانوں کی سطح پر لا کر رکھ دیا ہے)۔ حالانکہ اللہ ایسی ہر بات سے پاک اور ماورا ہے، اس لئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اس کی فرمانبرداری کر رہا ہے، (اس لئے اسے انسانوں کی طرح کسی مددگار یا بیٹے کی ضرورت نہیں)۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

117-(اس طرح کی ذہنیت تو اس قدر محدود ہے کہ وہ اللہ کے تخلیقی عمل کو بھی تولید کا محتاج سمجھتی ہے جس طرح کہ کسی باپ کے ہاں بیٹا جنم لیتا ہے) حالانکہ (اللہ) وہ ہے جو پہلی بار آسمانوں اور زمین کو نہ ہونے سے ہونے میں لے کر آیا ہے۔ (اور جس طرح یہ ترتیب پا کر قائم ہیں یا کچھ بھی تخلیق کئے جانے کا وہ) حکم کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی (اس تخلیق کا آغاز) ہو جاتا ہے۔ (ذرا غور کرو! کہ ایسی قوتوں کے مالک اللہ کو بیٹے کی کیا ضرورت ہے)۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

118-اور نادان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے! (کہ اگر ہماری رہنمائی ہی کرنی ہے تو) اللہ ہم سے (براہِ راست) کلام کیوں نہیں کرتا یا ہم پر اس کی کوئی آیت کیوں نہیں نازل ہوتی۔ حالانکہ ایسی باتیں تو ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ ان کے قلب (یعنی ان کی وہ صلاحیتیں جو جذبوں کو زندہ رکھتی ہیں اور سچائیوں کو تسلیم کرتی ہیں) وہ ایک ہی جیسی (ناکارہ ہوچکی) ہیں، کیونکہ تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ہماری آیات نے تو ہر سچائی کو عیاں کررکھا ہے۔ (مگران سے فائدہ اٹھانے والی صرف وہ) قوم ہوتی ہے جوان پر مکمل یقین کرلیتی ہے۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾

119- (ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احکام، اپنے رسولوں کی وساطت سے انسان تک پہنچاتا ہے تا کہ وہ چاہیں تو انہیں تسلیم کرلیں نہ چاہیں تو انکار کردیں 18/29۔ یہی وہ اصول ہے جس کے مطابق اے رسولؐ)! یقیناً ہم نے تمہیں انسانوں کی رہنمائی کے لئے حق کے ساتھ بھیجا ہے (یعنی قرآن کے ساتھ بھیجا ہے) تاکہ اس کے مطابق عمل کرنے والوں کو زندگی کی مسرت آمیز اور اطمینان بخش سرفرازیوں کی خوشخبری دے دو اور اس کے خلاف عمل کرنے والوں کو خوفناک نتائج کی آگاہی دے دے۔ (اسی لئے اے رسولؐ)! اہلِ جہنم کے لئے آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۔

وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ‌ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى ‌ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِىۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ‌ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۲۰﴾

وقف منزل

120- حقیقت یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی (سوالات اور مطالبے سچائیوں کی جستجو کے لئے نہیں کررہے بلکہ انہوں نے تو پہلے سے فیصلہ کررکھا ہے کہ اے محمدؐ) وہ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم ان کے مسلک کی پیروی نہ کرنے لگ جاؤ۔ (مگر تم ان کو مسترد کرتے ہوئے انہیں صاف طور پر) کہہ دو! کہ حقیقت میں اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ لیکن (اے رسولؐ) علم مل جانے کے بعد بھی اگر تم نے ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو پھر اللہ سے بچانے کے لئے تمہارا کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار رہوگا۔

(**نوٹ**: قرآن میں لفظ "ولی" متعدد بار استعمال ہوا ہے "ولی" کا مادہ (و ل ی) ہے اور اس کا بنیادی مطلب "کسی کے قریب اور نزدیک ہونا" ہے۔ دیگر مطالب اس طرح ہیں۔ نگران و ناظم، دوست، سرپرست۔ البتہ بعض حالات میں ولی کے مادہ سے نکلے ہوئے الفاظ کے متضاد معنی بھی آتے ہیں جیسے کہ کسی کی طرف رجوع کرنا، منہ موڑ لینا وغیرہ)۔

اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓـئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ‌ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ ع 14 9 14

121- (چنانچہ اس حوالے سے رسولؐ تک کو تنبیہہ کے بعد تمام انسانوں کو خبر رہنی چاہئے کہ) وہ لوگ جنہیں ہم نے یہ ضابطۂ حیات (قرآن) دیا ہے اور وہ اس کی پوری پوری پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے مقرر کردہ معیار

کے مطابق سچے مومن ہیں۔ (ان کے برعکس) جو لوگ اس کی سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کرتے ہیں تو وہ خسارا پانے والوں میں سے ہو جاتے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾

122-(لہٰذا، جو کچھ بتایا جا رہا ہے وہ کس قدر حقیقت پر مبنی ہے اس کے لئے گزرے واقعات پر ایک بار پھر غور کرو کہ) اے بنی اسرائیل! یاد کرو (جب تم نے اللہ کی ہدایت اختیار کی تھی تو اس کی بدولت) تمہیں میں نے کس قدر زندگی کی سرفرازیوں اور خوشگواریوں کی فراوانیاں عطا کی تھیں اور سارے عالمین پر تمہیں فضیلت سے نوازا تھا (یعنی ہم عصر اقوامِ عالم پر فضیلت دی تھی)۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

123-(لیکن اگر کوئی اللہ کی ہدایت کو چھوڑ دے گا تو پھر یاد رکھو) اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہیں آ سکے گا۔ اور نہ ہی اس جیسا کوئی اس کی مدد کے لئے اس کے ساتھ کھڑا ہو سکے گا (شفاعت)۔ نہ ہی کسی سے معاوضہ لیا جائے گا (کہ اس کی وجہ سے اس کا جرم معاف کر کے اسے چھوڑ دیا جائے)۔ اور نہ ہی کسی کی کوئی مدد کر سکے گا (یعنی ہر ایک کو اپنے اعمال کی سزا خود ہی بھگتنی ہوگی)۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَـمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾

124-اور (یہی وجہ ہے کہ نازل کردہ احکام کے سلسلے میں) جب ابراہیمؑ کو اس کے رب کی طرف سے کتنی ہی (صبر آزما) باتوں کی آزمائش سے گزرنا پڑا تو وہ ان پر پورا اترا (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ کا ارشاد ہوا! کہ میں تمہیں نوع انسان کا امام بنا دوں گا۔ ایسے میں ابراہیمؑ نے کہا! کیا میری اولاد میں سے بھی (امامت کے لئے مستحق ٹھہرائے جائیں گے؟ مگر اللہ نے واضح کر دیا کہ صرف اولادِ ابراہیمؑ ہونے کی بناء پر کوئی بھی امامت کا حقدار نہیں ہوگا) کیونکہ جو بھی کسی کے حقوق میں کمی کر کے یا ان سے انکار کر کے میری طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کرنے کا مجرم بنے گا تو ان کے لئے (میری طرف سے عزت والا بلند مقام عطا کرنے والا) عہد ختم ہو جائے گا۔

(**نوٹ**: ابراہیمؑ، حضرت ابراہیمؑ کا نام قرآن میں تقریباً 66 مرتبہ آیا ہے۔ ان کی پیدائش تقریباً 1996 ق۔م میں ہوئی یعنی محمدؐ سے تقریباً 2567 سال پہلے ہوئی۔ ان کا شجرہ نسب یوں سمجھا جاتا ہے: ابراہیمؑ بن آزر بن ناحور بن سروح اور ہوتے ہوتے آدم تک جاتا ہے۔ ان کے والد اُور میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر عراق میں بصرہ سے سو میل مغرب میں فرات نصیریہ کے آمنے سامنے

واقع ہے۔ ان کی والدہ کا نام اوشہ تھا۔ آزر سے حاران، ابراہیمؑ اور نحور پیدا ہوئے تھے۔ اور حاران سے حضرت لوطؑ پیدا ہوئے تھے۔ آزر کی وفات 205 سال کی عمر میں حران میں ہوئی جو آج کل ترکی کا ایک شہر ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر 75 سال تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں سارہ، ہاجرہ اور قطورا۔ حضرت سارہ کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ تھے اور آگے ان کے دو بیٹے حضرت یعقوب جو بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے آباء تھے۔ دوسرا بیٹا عیسو تھا۔ ان کا لقب ادوم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آگے ان کی نسل سے حضرت ایوبؑ اور ان کی قوم چلی۔ حضرت قطورا سے اہلِ مدین اور اصحابہ الایکہ کی قوم چلی۔ حضرت ہاجرہ سے صرف حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے پھر آگے انباط (اصحاب الحجر) قیدار اور قریش کے قبائل چلے)۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

125- اور اس لئے (زندگی کا نظم وضبط قائم کرنے کے لئے نازل کردہ نظامِ حیات کے سلسلے میں) ہم نے خانہ (کعبہ) کو مرکز قرار دے کر انسانوں کے لئے اجتماع کی جگہ اور امن کا مقام بنا دیا۔ اور (کہہ دیا کہ) جو ابراہیم نے (نظام) قائم کیا تم بھی اس کی پیروی میں اسے اختیار کر لو۔ اور (اس سلسلے میں) ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ میرے (مقرر کردہ) اس مقام کو (یعنی عالمگیر انسانیت کے اس مرکز کو نہ صرف ظاہری طور پر) پاکیزہ رکھیں (بلکہ اسے تمام برائیوں اور اختلافات سے بھی پاک رکھیں) اُن کے لئے (جو یہاں آکر اس کا) طواف کرتے ہیں اور اعتکاف کرتے ہیں اور رکوع وسجود کرتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

126- اور جب ابراہیم نے (اس مرکز کی بنیاد رکھ دی تو اس نے اللہ سے) التجا کی! کہ اے میرے نشوونما دینے والے (تُو ایسا کر دے کہ اس مقام کو نوع انساں کے لئے) ایسی جگہ بنا دے جو خوف وخطرات سے آزاد اور اطمینان سے لبریز ہو اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں، انہیں پھلوں سے زندگی بخش سامانِ نشوونما دے۔ (لیکن اللہ کا) ارشاد ہوا! (کہ میری عنایات سب کے لئے ہیں) جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے گا تو اس چند روزہ زندگی میں فائدہ تو اسے بھی پہنچاؤں گا لیکن پھر وہ بے بسی کی حالت میں جہنم کے عذاب کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾

127-(یہ تھیں وہ التجائیں جن کے ساتھ وہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے) اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس مرکز کی بنیادیں اونچی کررہے تھے (تو ان کے ہونٹوں پر یہ دعائیں تھیں کہ) اے ہمارے نشوونما دینے والے! تُو ہماری (ان کوششوں کو) قبول کرلے (جو ہم اسے مرکزِ انسانیت بنانے کے لئے کررہے ہیں) اور اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ تُو ہی (ہماری دُعاؤں) کو سننے والا ہے اور (ہمارے ارادوں کو) جاننے والا ہے۔

(نوٹ: کعبہ: کعبہ ایک چکورسی عمارت ہے جس کی موجودہ بلندی 50 فٹ، لمبائی 40 اور چوڑائی 35 فٹ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا کعبہ صرف قدِ آدم اونچا تھا اور اس پر چھت نہیں تھی۔ حضرت اسماعیلؑ اس کے پہلے منتظم اور متولی خیال کئے جاتے ہیں۔ کعبہ شہر مکہ میں ہے اور مکہ سعودی عرب میں ہے۔ کعبہ کو بیت اللہ، مسجدِ حرام بھی کہا جاتا ہے۔ محمدؐ کو معراج اسی مقام سے ہوئی۔ حضرت اسماعیلؑ کے بعد طویل عرصہ تک تاریخ خاموش ہے اور کعبہ کے بہت زیادہ شفاف حالات میسر نہیں آتے۔ اتنا ضرور ہے کہ کعبہ کی عمارت کئی بار گری اور کئی بار بنائی گئی۔ کعبہ کی دینی حیثیت کا تعین قران کی آیات 2/127-129 میں کردیا گیا ہے کیونکہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ جب اس کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو ان کی یہ دُعا تھی کہ ہمیں اور آئندہ نسلوں کو یعنی نوع انساں کو نازل کردہ احکام وقوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والا بنادینا۔ کعبہ کی بنیاد کا اور اس دُعا کا تعلق یہ ہے کہ یہ اللہ کے قوانین کی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے مرکزِ انسانیت اور وحدتِ انسانیت کا مقام ہے۔ دنیا میں مسلمان جہاں بھی ہوں اسی جانب رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اس لحاظ سے وہ تمام عمر کعبہ سے دُور رہ کر بھی اس کا طواف کرتے رہتے ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام وقوانین کی بنیاد پر مسلمان ایک ہیں اور یہی کسی مرکز کی بنیاد ہوتی ہے جس کے لئے 2/128 میں دُعا مانگی گئی۔ سال میں ایک بار جو مسلمان کرسکتا ہو حج کے تعین شدہ مہینے میں حج کے سالانہ اجتماع میں حج کے لئے کعبے کو جاتا ہے۔ حج کی اپنی رسوم اور قواعد ہیں۔ عمرہ کے لئے مسلمان جب جانا چاہے جاسکتا ہے اور اس کے اپنے مخصوص قواعد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے کعبہ کی سلامتی اس کا تحفظ اور اس کا تعین شدہ احترام انتہائی اہم ہے قرآن میں حجرِ اسود جو کعبہ میں ہے کا ذکر نہیں ہے)۔

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾

128-اور اے ہمارے رب! (ہمارے ارادے اور ہماری التجائیں سوائے اس کے کیا ہیں کہ اس مرکز سے وابستہ رہ کر) ہم تیرے ضابطۂ آئین کے مطابق زندگی بسر کریں اور ہمارے سر اس کے سامنے جھکے رہیں۔ نہ صرف ہم ہی بلکہ ہماری آنے والی نسلوں میں بھی وہ لوگ پیدا ہوں جو اسی طرح تیرے احکام وقوانین کی اطاعت کرتے رہیں۔ (اور اے ہمارے پروردگار) تُو ہمیں وہ طور طریقے بتادے (جن سے ہم یہ عظیم مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں) اور

تیری (عنایات) کا رخ ہماری طرف رہے کیونکہ تُو نہ صرف توبہ قبول کرنے والا ہے بلکہ سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

ع 15 8 15

129-(اور) اے ہمارے پروردگار! (ہماری نسلوں میں اطاعت کا یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے یہاں تک کہ) ان میں سے ایسا رسول اٹھ کھڑا ہو جو تیرے احکام وقوانین کو ان کے سامنے (یعنی نوع انساں کے سامنے) پیش کر دے۔ اور انہیں نازل کردہ ضابطۂ حیات کی تعلیم دے اور انہیں حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنا سکھائے اور اس طرح ان کی (صلاحیتوں) کی نشوونما کر دے کیونکہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ تُو ہی لامحدود غلبہ رکھنے والا ہے اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق اٹل فیصلے کرنے والا ہے۔

وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾

130-(اور یہ تھا وہ مسلک جس پر ابراہیمؑ گامزن تھا اور جس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں ممتاز ہوا۔ اب غور کرو کہ) جو کوئی ایسے مسلک سے روگردانی کرے تو وہ سوائے اپنی جہالت کے (اور کس وجہ سے ایسا کرے گا)۔ چنانچہ ہم نے اس کو (یعنی ابراہیمؑ کو) دنیا میں بھی چن رکھا تھا اور اس کا شمار آخرت میں بھی ان میں ہو گا جو سنورنے سنوارنے والے رہے ہوں گے۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾

131-اور (یہ تھا ابراہیمؑ کا مسلک کہ) جب اس کے پروردگار نے اس سے کہا! کہ ہمارے احکام وقوانین کے سامنے جھک جاؤ تو وہ (اس دعوت پر یہ) کہتے ہوئے ان کے سامنے پوری طرح جھک گیا کہ اے علم فراہم کرنے والے سارے جہانوں کے (خالق)! تُو ہی نشوونما دیتے ہوئے انہیں ان کی منزل کی طرف لے جانے والا ہے۔

وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾

132-(بہرحال ابراہیمؑ خود بھی اسی مسلک پر قائم رہا) اور اس نے اپنے بیٹوں کو بھی اس پر قائم رہنے کی وصیت کی۔ اسی طرح یعقوب نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی (وصیت) کی کہ اللہ نے تمہارے لئے یہی ضابطۂ آئین چن رکھا ہے۔ لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہو کے رہنا (یعنی اللہ کے احکام وقوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھنا تاکہ سلامتی میں داخل ہو جاؤ)

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

133-(اور اے رسولؐ! تم تو اس وقت تھے ہی نہیں اس لئے یہ خبریں ہم ہی تمہیں فراہم کر رہے ہیں کیونکہ اس وقت) کیا تم دیکھ رہے تھے جب یعقوب نے مرتے وقت اپنی اولاد سے کہا تھا! کہ تم میرے بعد کس کی پرستش اور احکام و قوانین کی اطاعت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا تھا! کہ ہم اس کی پرستش و اطاعت کریں گے جس کی پرستش و اطاعت آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کرتے رہے ہیں جو کہ یکتا قابلِ پرستش و اطاعت (اللہ) ہے۔ اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرتے رہیں گے کیونکہ وہی سلامتی کی ضمانت ہے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

134-یہ تھی ایک امت جو گزر چکی مگر جو کچھ انہوں نے کیا اس کے نتائج اس کے حصے میں آئے اور جو کچھ تم کرو گے اس کے نتائج تمہیں ملیں گے۔ اور تم سے (تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا) یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے (یعنی تمہارے باپ دادا کے) اعمال کس قسم کے تھے (یعنی اعمال کے نتائج اپنے اپنے ہوتے ہیں اس میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

135-اور (یہ تھے ان یہودیوں کے آباء 2/133 جن میں سے ہر ایک نے اللہ کے احکام و قوانین کے مطابق زندگی بسر کی۔ مگر دوسری طرف یہ ہیں جو اُن کے دین میں خرابیاں پیدا کر چکے ہیں، پھر بھی) ان کا تقاضا ہے کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت حاصل کر سکو گے مگر ان سے کہو! کہ تم مسلکِ ابراہیمی کی طرف دعوت کیوں نہیں دیتے جس نے باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف رخ کر رکھا تھا اور وہ قطعی طور پر مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

136-(اے اہلِ ایمان! ان سے) کہو! (کہ آؤ تمہیں بتائیں کہ وہ کون سا مسلک ہے جسے اختیار کر کے ہم خود ساختہ عقیدوں، گروہ بندی اور نسل پرستی سے بلند ہو چکے ہیں اور وہ مسلک یہ ہے کہ) ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل ہوا اور ان پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا کیا گیا اور (اسی طرح) جو دوسرے انبیاء کو

ان کے پروردگار کی طرف سے عطا کیا گیا (ان سب پر ہمارا ایمان ہے، اور ہم تمام انبیاء کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں سمجھتے ہیں اور نبی ہونے کی حیثیت سے) ان میں سے کسی کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ (چنانچہ یہ ہے وہ مسلک جس کی رُو سے) ہم صرف اللہ کے احکام وقوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کیئے رکھتے ہیں (اس لئے ہم مسلمان کہلاتے ہیں)۔

(**نوٹ**: اس آیت میں نہ صرف ان انبیاء کا ذکر ہے جو سرزمینِ عرب یا اس کے اردگرد کے علاقوں میں پیدا ہوئے بلکہ اس میں دیگر انبیاء کے بارے میں بھی ایمان لانے کے متعلق آگاہی دی گئی ہے کیونکہ ہر امت میں رسول کا ایک ہی جیسا پیغام تھا جو ایک ہی اللہ کی طرف سے تھا 41/43، البتہ محمدؐ سے پہلے نازل شدہ احکامات وقوانین میں ان کے پیروکار تبدیلی کرتے رہے مگر ''قرآن'' کا یہ دعویٰ سچ چلا آ رہا ہے کہ اس کی اصل نازل شدہ وحی جو عربی زبان میں ہے اس میں کسی بھی طرز کی تبدیلی ممکن نہیں اس لئے مسلمان اسے مکمل اور آخری کتاب ہونے کا درجہ دیتے ہیں۔ بہرحال اس آیت کے لحاظ سے اور قرآن کی مجموعی آگاہی کے لحاظ سے یہ ثابت ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام میں نبی آتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا چنانچہ محمدؐ تک جتنے نبی آئے، چاہے وہ امریکہ، ایشیاء، یورپ، افریقہ یا آسٹریلیا میں آئے ان کی پہچان یہی ہے کہ ان کا دعویٰ اور آگاہی ویسی ہی تھی جیسی کہ سرزمینِ عرب میں پیدا ہونے والے نبیوں کا پیغام تھا۔ اور تحقیق کرنے والوں نے اپنی سہولت کے لئے ان نبیوں کو جو عرب کی سرزمین میں پیدا ہوئے انہیں سامی کہا ہے اور جو دیگر ممالک میں پیدا ہوئے انہیں غیر سامی نبیوں کا نام دیا ہے مگر اس قسم کے ناموں کے ساتھ تفریق یا تقسیم قرآن میں نہیں ہے۔ بہرحال یہ قرآن کا حکم ہے کہ محمدؐ اور ان سے پہلے تک پیدا ہونے والے تمام نبیوں اور رسولوں پر اور جو کچھ ان پر نازل ہوا ایمان لایا جائے اور یہ تفریق نہ کی جائے کہ پیدا ہونے والے نبی کا تعلق کس علاقے، کس شہر، کس زبان یا کس براعظم سے تھا)۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

137- پھر اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے تم اس پر ایمان لائے ہو تو پھر اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ وہ بھی ہدایت پا جائیں گے۔ اور اگر وہ منہ پھیر جائیں تو (صاف ظاہر ہے کہ) یقیناً وہ ضد کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں (مگر تم اپنے مقاصد میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہو) کیونکہ عنقریب اللہ ان کے مقابلہ میں تمہارے لئے کافی ہوگا (اس لئے کہ) وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

138- (بہرحال نوعِ انساں سے کہہ دو! کہ دنیا کے تمام رنگوں میں سے یعنی دنیا کے تمام مسلکوں اور طریقوں میں سے) اللہ کے رنگ یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین وطریقے سلیقے اور مستقل اقدار (ہی حسین ہیں) اور اللہ کے رنگوں

میں سے زیادہ کس کا حسین (رنگ) ہے؟ اسی لئے ہم اس کے احکام وقوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

139-(اے نبیؐ ان سے یہ بھی) کہو! کہ کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی اللہ ہمیں بھی نشوونما دینے والا ہے اور وہی اللہ تمہاری بھی پرورش کرنے والا ہے۔ اس لئے (یہ طے ہے) کہ ہمیں اپنے اعمال (کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا) اور تمہیں اپنے اعمال کا۔ چنانچہ ہم نے اپنے آپ کو خالصتاً اسی (اللہ کا مکمل فرماں بردار کر رکھا ہے جس کا کوئی شریک نہیں)۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

140-اس کے علاوہ تم یہ بھی کہتے ہو! کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد جو تھی وہ یقیناً یہودی یا عیسائی تھی۔ (مگر اے رسولؐ! ان سے) کہو! کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے (نازل ہونے والے احکام وقوانین میں موجود) ہے اور جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے (اس لئے تم اس سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے)۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع 16 12 16

141-(بہرحال) وہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ ان کے اعمال کے نتائج ان کے لئے تھے اور تمہارے اعمال کے نتائج تمہارے لئے ہیں۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے اعمال کیا تھے (اور یہی دین کی بنیاد ہے کہ ہر شخص کو صرف اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور انہیں کے نتائج کا سامنا کرنا ہوگا)۔

الجزء 2 الثانی 2

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۗ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

142-(لہٰذا اب یہ اُمت اپنے مرکز کی پہچان لے کر یعنی کعبہ کو اپنا مرکز بنا کر نازل کردہ احکام وقوانین کو آگے لے کر بڑھے گی۔ اس وجہ سے) ابھی تو انسانوں میں سے اپنی دانش نہ استعمال کرنے والے یہ بھی کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو اپنے اس قبلہ (بیت المقدس) سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے سے قائم) تھے (اور اب انہوں نے اپنا قبلہ کعبہ کو بنا لیا ہے)۔ (اے رسولؐ) ان سے کہہ دو! (کہ اللہ کو کسی طرف، قوم یا جگہ کے لئے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ)

مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ اور وہ جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے، اس کی متوازن، سیدھی اور روشن راہ کی طرف ایسی راہنمائی فراہم کرتا ہے جو اسے اطمینان بھری منزل تک لے جاتی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۗ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

143- چنانچہ اسی طرح ہم نے تمہیں (اے اہلِ ایمان، نورانی آگاہی عطا کر کے) اُمتِ وسط (یعنی ایک ایسی اُمت جسے مرکزی معیار کے طور پر) بنا دیا تاکہ تم نوعِ انسان پر گواہ بن جاؤ (جس سے یہ طے ہو گا کہ کون تھے جو اس معیار کو سامنے رکھ کر انسانیت کے لئے سرفرازیوں کا سبب بنے اور کون تھے جو اس سے انکار کر کے انسانیت کی تباہی کا سبب بنے)۔ اور رسول (کی زندگی کو معیار کے طور پر) تمہارے اوپر گواہ کی حیثیت سے قائم کر دیا (تاکہ تم بھٹکنے نہ پاؤ) اور (اس سے بھی آگاہ ہو جاؤ کہ) پہلے تم جس قبلہ پر تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا رہتا ہے اور کون اپنے الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ (قبلہ کا بدلنا) بڑی بھاری بات تھی مگر ان پر نہیں جنہیں اللہ نے اطمینان بھری منزل کی جانب روشن راہ کی رہنمائی دے رکھی تھی۔ اور (یہ بھی یاد رکھو کہ) اللہ کبھی ایسا نہیں کرتا کہ تمہارے ایمان کو (یونہی) ضائع کر دے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تو وہ ہے جو انسانوں کی نشوونما کے راستے میں جو رکاوٹیں ہوں انہیں دُور کرنے والا ہے (راؤف) اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے (رحیم)۔

(نوٹ: القبلۃ۔ قبلہ کا مادہ (ق۔ب۔ل) ہے۔ اسی لفظ سے قبل۔ تقبلہ۔ قبول۔ القبیلہ۔ وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ نکلے ہیں۔ اس کے بنیادی مطالب یہ ہیں: پہلے اولین حصہ۔ کسی چیز کا دوسری چیز کے آمنے سامنے ہونا وغیرہ ہیں مگر قبلہ جسے کعبہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس کا بنیادی مطلب ہے ''سمت''۔ مسلمانوں میں اس کا عمومی مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ ''وہ جگہ جس کی طرف نماز میں رخ کیا جائے یا جسے سامنے رکھا جائے یا جو پیشِ نظر ہو یا جو مقصودِ نگاہ ہو یا جو نصب العین ہو۔ محمدؐ پر نازل کردہ نظامِ حیات میں قبلہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نظام، ہر مملکت، ہر حکومت کا ایک مرکز ہوتا ہے جس کی طرف تمام افرادِ قوم کی نگاہیں اٹھتی ہیں جو ان میں فکر و عمل کی وحدت پیدا کرنے کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ یہ دراصل نشان ہوتا ہے اس نظام یا حکومت کا جسے ہر وقت پیشِ نظر رکھنا ہوتا ہے۔ اور یوں پیشِ نظر رکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو اس مرکز کو اپنے پیشِ نظر رکھ رہے ہوتے ہیں دراصل وہ اس نظام یا حکومت سے اپنی وابستگی اور وفا شعاری کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ دنیا میں نوعِ انسان کے لئے اللہ کی حکومت کا محسوس قبلہ یا مرکز یا سمت کعبہ کو قرار دیا گیا ہے، 3/96 یعنی سورۃ ال عمران آیت نمبر 9 ''بیشک نوعِ

انسان کے لئے (اللہ کی حکومت کا محسوس نشان جو) مرکزِ اول قرار دیا گیا یہ وہی ہے جو مکہ میں ہے (یعنی کعبہ ہے) جو ثبات و استحکام دینے والا ہے اور سارے عالمین کے لئے ہدایت ہے'' اہلِ ایمان کو خصوصی طور پر یہ حکم ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی توجہ کا رخ اسی مرکز کی طرف رکھیں '' 2/150 یعنی سورہ بقرۃ آیت 150 '' یعنی اہلِ ایمان کی اللہ کے احکام وقوانین سے وابستگی اور وفا شعاری، وحدت فکر وعمل اور مرکزیت کا محسوس نشان کعبہ ہے۔ یہ کعبہ اس لئے محترم ہے کہ یہ اللہ کی حکومت اور اس کے احکام وقوانین سے وفاداری کا مخصوص نشان ہے اس لئے اصل احترام وتقدس اور عظمت اللہ کی حکومت اور اس کے احکام وقوانین کو ہے۔ اسی لئے 2/177 سورۃ بقرۃ آیت 177 میں اس قانون کو شفاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ اصل نیکی مشرق ومغرب کی طرف منہ پھیرنا نہیں بلکہ اللہ کی نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کرنا اور اختیار کرنا ہے لہٰذا' کعبہ قطعی طور پر پرستش وپوجا کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف مرکزیت قائم رکھنے کے لئے مخصوص نشان ہے)۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾

144-(اے رسولؐ!) یہ حقیقت ہے کہ ہم تمہارے چہرے کا بار بار بلندیوں کی جانب اُٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ ہم یقیناً تمہاری (پرستش واطاعت) کے رخ کو اسی قبلہ کی جانب کر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔ لہٰذا اب تم اپنا رخ مسجد الحرام (یعنی کعبہ) کی طرف پھیر لو، چنانچہ جہاں کہیں بھی تم ہو (اپنی پرستش کے) رخ کو اسی مرکز کی جانب کر لیا کرو۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ لوگ جنہیں (آپ سے پہلے) ہمارا ضابطۂ ہدایت میسر آیا تھا، انہیں یقیناً علم ہے کہ ان کے رب کی جانب سے (قبلہ تبدیل کرنے کا فیصلہ) بالکل درست ہے۔ (لیکن اگر وہ اس کے خلاف سوچتے یا عمل کرتے ہیں تو پھر انہیں آگاہ رہنا چاہیے کہ) جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٥﴾

وقف لازم

145-اور (اے رسولؐ) اگر تم اہلِ کتاب کے پاس ساری نشانیاں بھی لے آؤ، تب بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔ اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی پیروی نہیں کرتے۔ اس لئے (یاد رکھو) کہ اگر تم نے علم آ جانے کے بعد اُن کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً تم ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤٦﴾

وقف منزل

146-(اور) جن لوگوں کی جانب ہم کتاب نازل کر چکے ہیں، اگرچہ وہ (ان تمام سچائیوں اور احکام کو جو کہ تم پر نازل کی گئی

ہیں) انہیں اس طرح پہچانتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو حقیقت کا علم رکھنے کے باوجود اسے چھپاتا ہے (تا کہ اس ہدایت کو عام نہ ہونے دیا جائے)۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع 17 6 1

147- (لیکن اے رسولؐ) تمہارے نشوونما دینے والے کی جانب سے جو (کچھ تم پر نازل ہوا ہے وہ) ایسی سچائی ہے جو اپنی گواہی آپ دے رہی ہے۔ لہٰذا! اس معاملے میں تم ہرگز شک وشبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا (الممترین)۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

148- بہرحال (اے اہلِ ایمان! آگاہ ہو جاؤ کہ) ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہوتی ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔ لہٰذا (تمہاری سمت یہ ہے کہ تم جدوجہد تیز کردو تا کہ) آسانیاں، خوشگواریاں اور سرفرازیاں پیدا کرنے کے مقابلے میں تم آگے بڑھ جاؤ۔ (یاد رکھو کہ ان سب اعمال کو پرکھا جائے گا۔ اس لئے) تم جہاں بھی ہوگے اللہ تم سب کو جمع کرلے گا۔ اور اگر تم تحقیق کرو تو اسی نتیجے پر پہنچو گے کہ اللہ نے ہر چیز پر اس کی مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔

(**نوٹ**: الخیر۔ خیر کا مادہ (خ ی ر) ہے اس کا بنیادی مطلب ہے ''وہ چیز جو سب کو مرغوب ہو نیز سفید چیز'' اس لحاظ سے زندگی کی تمام حسین و مرغوب و مفید چیزیں، حالتیں، کیفیات، خیرات کہلاتی ہیں' لہٰذا خوشگواریاں، آسانیاں، راحتیں، سرفرازیاں ان سب کے مجموعے کا نام خیرات ہے۔ خیر کی جمع خیرات ہے۔ خیر کا الٹ شر ہے یعنی تمام مذکورہ باتوں کا الٹ یا ان کی نفی شر ہے۔ البتہ خیر بہتر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے)۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

149- اور (آسانیاں، خوشگواریاں اور سرفرازیاں پیدا کرنے والے مقابلے میں آگے بڑھنے کے لئے تم) جدھر سے بھی نکلو اپنی توجہ کا رخ (اپنے مرکز یعنی) مسجد الحرام کی طرف پھیر لیا کرو (کیونکہ اللہ کی حکومت کا دنیا میں محسوس نشان ہی تمہاری مرکزیت کا محسوس نشان ہے، جس کی طرف تم اپنی توجہ کا رخ کر کے یہ ثابت کرتے ہو کہ تمہاری پرستش بھی اللہ کے لئے ہے اور تمہاری اطاعت بھی فردِ واحد کی طرح اکھٹے ہو کر اللہ کے احکام وقوانین کے لئے ہے)۔ اور یہی تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے حقیقت پر مبنی (فیصلہ) ہے۔ (لہٰذا اسی فیصلے پر قائم رہنا) کیونکہ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾

150-(اے اہلِ ایمان! ایک بار پھر سن لو کہ تمہارے لئے زندگی گزارنے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اپنے مرکز یعنی قبلہ سے مت ہٹنا اور اپنا اپنا قبلہ نہ بنالینا)۔ لہٰذا، تم جدھر سے بھی (سفر) پر نکلو، تم اپنا چہرہ (نماز کے وقت) مسجدِ حرام کی طرف پھیرلیا کرو تاکہ انسانوں کے پاس تم پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ (البتہ) ان میں سے صرف وہ لوگ جو زیادتی و بے انصافی کرنے والے ہیں (وہ تو اعتراض کرتے رہیں گے)۔ لیکن تم ان سے مت خوف زدہ ہونا اور صرف مجھ سے ڈرنا تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں (یعنی تم وحدت کے طور پر اس مرکز سے منسلک رہو تاکہ دنیا کی امامت کرسکو اور یہ نعمت پوری ہوجائے۔ اور یہ اس لئے بھی ہے) تاکہ تم اطمینان بھری منزل کے لئے روشن اور درست راہ کی رہنمائی پا جاؤ۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾

معانقة 3

151-چنانچہ اسی مقصد کے لئے ہم نے تم میں سے ہی (تمہارے پاس) رسول بھیجا ہے جو تمہارے سامنے ہمارے احکام وقوانین پیش کرتا ہے اور تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما کرتا ہے اور تمہیں نازل کردہ ضابطہء حیات کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کرکے فیصلے کرنا سکھاتا ہے۔ غرض یہ کہ وہ تمہیں ایسا کچھ سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾

ع 18 5 2

152-لہٰذا، تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا (یعنی جو سبق آموز آگاہی میں نے تمہیں دی ہے تم اسے اختیار کیے رکھو تاکہ اس کے بدلے میں میں تمہیں ایسا اجر دوں جس سے تم مطمئن ہوجاؤ)۔ اور میرا شکر کرتے رہو اور (کبھی بھی میرا' میری نوازشات کا یا میرے احکام وقوانین کا) انکار نہ کرنا۔

(نوٹ: ذکر کا مادہ (ذ ک ر) ہے۔ جس کا بنیادی مطلب ہے: ''کسی چیز کو محفوظ کرلینا''۔ کسی بات کا دل میں حاضر کرلینا۔ قرآن میں لفظ ذکر مختلف معنوں میں آیا ہے۔ قرآن کو الذکر کہا گیا ہے 16/44۔ غور وفکر کرنے والوں کو ذکر والی قوم کہا گیا ہے 16/13۔ اللہ کے احکام وقوانین کو ذکر کہا گیا ہے 20/34، 39/23۔ ذکر کا مطلب سبق آموز آگاہی یا نصیحت بھی ہے)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

153- چنانچہ اے وہ لوگو! جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لی ہے تو پھر ثابت قدمی سے ڈٹے رہو اور نماز (ادا کرتے رہو۔ کیونکہ یہ تمہاری مدد کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے ان سے) مدد حاصل کیا کرو (کیونکہ یہ اللہ کے احکام وقوانین کے پیچھے پیچھے چلنے کے لئے تمہارے لئے مددگار ثابت ہوں گے)۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

154- (تاہم اس نازل کردہ نظامِ زندگی کے تحفظ کے لئے تمہیں ایک جان لیوا جدوجہد سے گزرنا پڑے گا)۔ چنانچہ (اِس سلسلے میں) وہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو (یعنی وہ حیاتِ جاوداں میں ہوتے ہیں، اس کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ وہ محسوسات کی دنیا سے باہر کی کیفیت ہے)۔ ایسے لوگ حقیقت میں زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ۙ

155- اور (اتنا ہی نہیں بلکہ اس راہ میں) ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے جن میں خوف و ہراس، بھوک و پیاس اور جانوں اور مالوں کے نقصانات اور جدوجہد کے متوقع نتائج کی ناکامی ہوگی۔ (مگر ان حالات میں) ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے والوں کو (اے رسولؐ) بہترین نتائج کی خوشخبری سنا دو۔

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ؕ

156- (اور ایسے) لوگوں پر جب بھی کوئی مصیبت طاری ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ! حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جا رہے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

157- چنانچہ یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے نشو ونما دینے والے کی جانب سے عنایات کے مستحق ہوتے ہیں اور قدم بہ قدم اللہ کی مدد و رہنمائی سے کمال تک پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ اور یہی ہیں وہ جو درست اور روشن راہ پر چل کر اطمینان بھری منزل کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

158- (اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے یاد رکھیں کہ ان کا مرکز یعنی کعبہ یا اس سے منسلک کچھ بھی پرستش کے

لئے نہیں ہے، پرستش کے لائق صرف اللہ ہے اس لئے) یقیناً صفا اور مروہ (جو کہ کعبہ کے پاس جگہیں ہیں نہ ان کی پرستش کی جانی چاہیے اور نہ ہی بلا وجہ گریز) کیونکہ وہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کے لئے یہ کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کی (وادی میں) طواف کرے یعنی آمدورفت کرے۔ اور اگر کوئی اپنی خوشی سے اچھا کام کرے (تو اس کی اس تگ ودو کا) قدردان اللہ ہے جو کہ ہر طرح کا علم رکھنے والا ہے (کہ کون اس کے احکام پر عمل اپنی خوشی سے کر رہا ہے اور کون مجبوری سے)۔

(**نـــوٹ:** صفا و مروہ: یہ دونوں مقامات ہیں جو کعبہ سے کوئی ایک فرلانگ مشرق کی طرف ہیں۔ شمالی مروہ ہے اور جنوبی صفا ہے۔ لغوی طور پر صفا کا مادہ (ص ف و) ہے۔ اس کا مطلب ہے صاف اور خالص حصہ۔ دوسروں سے الگ کر کے چن لینا اور ترجیح وفضیلت دینا۔ امیزشوں سے پاک۔ لیکن پہاڑی کے لحاظ سے صفا، صاف پتھروں کو کہتے ہیں اور مروہ چھوٹے چھوٹے سفید چمکتے پتھروں کو کہتے ہیں۔ طوافِ کعبہ کے بعد حاجی باب الصفا سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سات دوڑیں لگاتا ہے یا تیز تیز چلتا ہے۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ اس سلسلے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہیں۔ پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ حضرت حاجرہ جو حضرت ابراہیمؑ کی بیوی تھیں، کی یاد میں ایسا کیا جاتا ہے جب وہ حضرت اسماعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں سات مرتبہ صفا اور سات مرتبہ مروہ پر چڑھی تھیں۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ اس لئے نہیں ہے بلکہ ان دونوں جگہوں پر دو بت رکھے گئے ہوئے تھے جو برائی کے نشان جانے جاتے تھے۔ جن کے لئے تو اہم پرستی و شرک کی بنیاد پر لوگوں کی عمومی آمدورفت وہاں پر منع تھی۔ مگر جب اسلام نے وہاں بتوں کو ختم کر دیا تو وہ دونوں بت بھی ختم کر دیے گئے لیکن اس کے باوجود بعض لوگ پرانی رسم کے تحت اسے گزرگاہ بنانے کے لئے یا آمدورفت کے لئے تیار نہ تھے۔ لہٰذا، اس پر یہ آیت آئی تھی کہ جو کوئی اپنی مرضی سے صفا و مروہ کا طواف یعنی وہاں آمدورفت کرے گا۔ تو اللہ اس کی قدر کرے گا۔ یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ انسان تواہم پرستی کی رسموں سے باہر نکل آئے۔ بہر حال جس کا جو جی چاہے وہ اِس گروہ کی رائے کو قبول کر سکتا ہے اور جس کا جی چاہے وہ پہلے والے گروہ کی رائے قبول کر لے)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾

159- (یہ ہے مقصدِ حج کے اجتماع سے کہ اللہ کے احکام وقوانین سے عملی آگاہی فراہم ہوتی رہے) لیکن جو لوگ ہماری شفاف اور روشن تعلیمات کو اور اطمینان بھری منزل کو لے جانے والی درست و روشن راہ کو چھپاتے ہیں، حالانکہ ہم انہیں نوعِ انسان کی رہنمائی کے لئے اپنے ضابطۂ ہدایت میں بیان کر چکے ہیں (تو ان سچائیوں کو چھپانے والوں) کو نہ صرف اللہ اپنی ناراضگی کی بنیاد پر اپنی محبت سے دُور کر دیتا ہے بلکہ وہ جو اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی انہیں اپنی

محبت سے دُور کرتے چلے جاتے ہیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾

160- البتہ جو اس روش سے باز آ جائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ (نازل کردہ سچائیوں میں سے) چھپاتے تھے اسے واضح کر کے بیان کرنے لگیں تو ان کی یہ درست راہ کی جانب واپسی (قبول کر لی جائے گی)۔ کیونکہ میں درست راہ پر آ جانے والے کی واپسی قبول کر لیتا ہوں۔ اور پھر ان کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جاتا ہوں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

161- لیکن وہ لوگ جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین سے انکار کر کے سرکشی کرتے رہے اور اسی انکار کی حالت میں مر گئے تو یہ ہیں وہ لوگ جنہیں نہ صرف اللہ اپنی ناراضگی کی بناء پر اپنی محبت سے دور کر دے گا بلکہ انہیں ملائیکہ اور تمام انسان بھی اپنی محبت سے دُور کر دیتے ہیں۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

162- (یہ ہے اللہ کی محبت سے محروم ہو کر پھٹکارے جانے کی حالت) جس میں سزا کے طور پر وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اور ان پر طاری عذاب میں ذرا سی بھی کمی نہیں ہو گی اور پھر نہ انہیں مہلت مل سکے گی (کیونکہ اعمال کے نتائج پر سزا ملتی ہی ایک مہلت کے بعد ہے)۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع

ع 19 11 3

163- (یہ ہے اللہ کا قانون اور اس کا اختیار)۔ اس لئے تمہارا اللہ ایک ہی ہے جس کی تمہیں پرستش و اطاعت کرتے رہنا ہے اور یہی ہے ایک اللہ جس کے سوا کسی کی پرستش و اطاعت نہیں ہو سکتی اور یہی وہ ہے جس کے سوا کوئی بھی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے کمال تک نہیں لے جا سکتا۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

164- اس لئے اگر تم تحقیق کرو تو اسی نتیجے پر پہنچو گے (کہ بس یہی ایک اللہ پرستش و اطاعت کے قابل ہے) جس نے آسمانوں اور زمین یعنی بلندیوں اور پستیوں کی تخلیق کی، اور رات اور دن کی پیہم گردشیں قائم کیں (اور جس کے قانون

کے مطابق) اتنی بڑی بڑی کشتیاں جو انسانوں کے لئے نفع بخش سامان سے لدی ہوتی ہیں، سمندر میں تیرتی پھرتی ہیں۔ اور بارش کا پانی ہے جسے اللہ آسمان سے برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے مُردہ زمین کو زندگی بخش دیتا ہے، اور (یہی اللہ اپنے اختیار و قوانین کی بناء پر) کرۂ ارض پر چلنے پھرنے والے ذی حیات پھیلا دیتا ہے، (اور اسی نے) ہواؤں کی گردشیں قائم کی ہیں اور بادلوں کو آسمان و زمین کے درمیان قوانین کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ چنانچہ جو قوم عقل استعمال کرتی ہے اس کے لئے ان میں بے شمار نشانیاں ہیں (جن پر تحقیق کر کے وہ آسانیاں اور خوشگواریاں حاصل کر سکتی ہے اور تباہیوں سے بھی بچ سکتی ہے)۔

(**نوٹ**: آیت 2:164 یا اس جیسی تمام آیات کو سمجھنے کے لئے اکیسویں صدی تک انسان کی مجموعی ترقی میں ہارڈ ویر اور سافٹ ویر کی اصطلاحات کو جاننا ضروری ہے یہ ساری کائنات اور اِس کے سارے کا سارا مادی سلسلہ ہارڈ ویر ہے لیکن اِس کے اندر احکام و قوانین وزندگی و موت کا نہایت باریک حقائق پر مبنی نظام اور انسان میں عقل' جذبات' شعور اور احساسات کا نظام وغیرہ وغیرہ یہ سب ایک طرح کا سافٹ ویر ہے۔ یعنی یہ کائنات صرف خالی مادہ ہی نہیں ہے بلکہ پورے نظم و نسق کے ساتھ یہ ہارڈ ویر کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے جو اپنے سافٹ ویر کے لئے موزوں ترین کر دیا گیا ہوا ہے۔ لہٰذا' ایسے سب حقائق انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں تا کہ وہ اللہ اور اُس کے قوانین کو تسلیم کر کے اُس کے احکام پر عمل کر کے ابدی اطمینان اور سرخوشی حاصل کر لے)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ‌ؕ وَلَوۡ يَرَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡٓا اِذۡ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

165- مگر انسانوں میں ایسے انسان بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسری ہستیوں کے متعلق بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ انہی اقتدارات و اختیارات کی مالک ہیں جو اللہ کو حاصل ہیں اور وہ ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے کی جانی چاہیے۔ (لیکن ان کے برعکس) وہ لوگ جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں تو ان کی محبت صرف اللہ ہی کے لئے شدید ہوتی ہے۔ مگر یہ کتنا اچھا ہوتا کہ اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر سرکشیاں کرنے والوں کو عذاب دکھائی دے جاتا۔ لیکن جب وہ دیکھیں گے عذاب کو تو (کہہ اٹھیں گے کہ) ساری کی ساری قوت اللہ ہی کی ہے اور اللہ واقعی سخت عذاب دینے والا ہے۔

اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ ﴿۱۶۶﴾

166- (لہٰذا) جس وقت (اعمال اپنے نتائج لئے سامنے آ جائیں گے تو اس وقت) وہ ہستیاں جن کی پیروی ان کے

پیروکاروں نے (اس طرح کر رکھی تھی جس طرح اللہ سے محبت اوراللہ کی پیروی کی جاتی ہے) تو وہ عذاب کو دیکھ لینے کے بعد اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے۔ اور اس طرح ان کے سہارے اور اسباب منقطع ہو کر رہ جائیں گے (اور تب وہ پیروکار بے یارومددگار حیران وسرگرداں ہوں گے)۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۧ

ع 20 4 4

167-اور تب یہ پیروکار کہیں گے کہ (اگر وقت کا دھارا) ایک بار پھر پیچھے کی طرف پلٹ جائے تو ہم بھی ان (ہستیوں) سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کریں گے جس طرح انہوں نے ہم سے بیزاری کا اظہار کر ڈالا۔ یوں اللہ انہیں ان کے اپنے اعمال انہی پر حسرت بنا کر دکھادے گا۔ اور پھر وہ (سزا کی) آگ سے نہیں نکل سکیں گے (ایسی آگ کہ جس میں بہترین حاصل کیا ہوا بھی جل کر راکھ ہو جاتا ہے)۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

168-(اسی لئے صرف ایک اللہ کے احکام کے مطابق) اے نوعِ انسان! زمین میں سے وہ کچھ کھاؤ پیو جو حلال ہو اور ایسی آلائشوں سے پاک ہو جو تمہارے لئے خرابی کا باعث بنتی ہیں (طیب) اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرنا کیونکہ ہر تحقیق یہ گواہی دے گی کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۤءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

169-اس لئے کہ وہ تمہیں اللہ کے احکام وقوانین کو توڑنے اور انسان کے لئے طے شدہ جنسی قدروں کے احترام کو ختم کرنے (الفحشاءِ) کا حکم دیتا ہے اور وہ اس کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کے لئے وہ کچھ کہو جس کا تمہیں علم نہیں دیا گیا۔

(نوٹ: یہ آیت 2/168 مسلمانوں کو ایسی تمام باتوں اور نظریات سے دُور رہنے کا حکم دیتی ہے جنہیں اللہ کے وجود سے منسلک کر دیا گیا ہو مگر اللہ نے قطعی طور پر ان کے بارے میں انسان کو کوئی واضح آگاہی فراہم نہ کی ہو کیونکہ اس آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ ''(شیطان تمہیں) اس کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کے لئے وہ کچھ کہو جس کا تمہیں علم نہیں دیا گیا''۔ اور آیت 6/103 کے مطابق یوں ہے کہ ''نگاہیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں'' اور آیت 16/60 کے مطابق یوں ہے کہ اللہ کی مثال اعلیٰ سے اعلیٰ ہے یعنی عقلِ انسانی اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا، کوئی بھی نظریہ جو اللہ کے لئے ایسی آگاہی دینے کی کوشش کرتا ہے جو واضح طور پر اللہ نے دی ہی نہیں تو وہ صرف انسانی عقل کے ہی تراشے ہوئے تصورات ہیں، جیسے کہ بعض کا خیال ہے کہ کائنات کا دوسرا نام اللہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وقت کا ہی دوسرا نام اللہ ہے تو ایسے سب نظریات عقل کے تراشے ہوئے ہیں اور اگر اس سلسلے میں کوئی احادیث ایسے نظریات کی سپورٹ میں ہیں تو وہ یقیناً ضعیف احادیث ہیں اور وہ بہت زیادہ تحقیق طلب ہیں۔

آیت 16/14 میں ہے کہ اللہ کے لئے مثل نہ ٹھہراؤ۔ یعنی اللہ کو جاننے کا دوسرا واحد طریقہ یہ ہے کہ سورۃ اخلاص (112) کے مطابق اللہ کو اس کی صفات، سچائیوں اور احکام وقوانین کے ساتھ مکمل طور پر تسلیم کرلیا جائے تو اُس سے ڈٹ کر محبت کی جائے اور ایسی باتوں سے دُور رہا جائے کہ وہ کیسا ہے؟ کہاں پر ہے؟ کیوں ہے؟ اُس سے پہلے کیا تھا؟ وہ کب سے ہے وغیرہ وغیرہ کیونکہ عقل تو یہ جان ہی نہیں سکتی کہ جہاں زندگی بھی نہیں اور موت بھی نہیں اور جہاں مادہ بھی نہیں اور جہاں غیر مادہ بھی نہیں اور جہاں وقت بھی نہیں اور جہاں ازل بھی نہیں اور جہاں ابد بھی نہیں اور جہاں ہونا بھی نہیں اور جہاں نہ ہونا بھی نہیں تو وہ جہان کیسا ہے مگر اللہ تو وہاں بھی ہے اور سب کچھ اس کے گھیرے میں ہے۔ لہٰذا، اللہ کے بارے میں تصوراتی حوالے یا دلائل قائم کر کے اسے جاننے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو فریب در فریب میں مبتلا کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ کے وجود کے بارے میں آخری سچائی کیا ہے؟ اس کے متعلق صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ بجائے اللہ کے وجود کے بارے میں بحثوں، نظریات اور مسلکوں میں الجھنے کے قرآن میں نازل شدہ احکام وقوانین کو بغیر تعصب کے سمجھا جائے اور ان پر پوری محبت سے عمل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اللہ کی قربت میسر آسکے جسے قربانی کہا جاتا ہے)۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾

170- (لیکن جو شیطان کی پیروی سے نہیں نکل پاتے) تو جب ان سے کہا جاتا ہے! کہ جو کچھ اللہ نے (قرآن میں) نازل کیا ہے اسے اپناؤ اور اس پر عمل کرو تو وہ کہتے ہیں! کہ ہم صرف اسی کی پیروی کریں گے جو کچھ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کر رکھا ہے۔ (لیکن ذرا سوچو کہ) چاہے ان کے آباؤ اجداد عقل ہی نہ رکھتے ہوں (اور جہالت سے رسمیں اور عقائد بنا کر انہیں وراثت میں دے دیے ہوں) اور اطمینان بھری منزل کے لئے درست وروشن راہ پر بھی نہ چلنے والے ہوں (تب بھی یہ ان کی پیروی کرتے رہیں گے؟ سوچو! کیا یہ بھی کوئی دانش کی بات ہے)۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾

171- اسی لئے وہ لوگ جنہوں نے (باپ دادا کے غلط عقیدوں کی محبت میں) نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر رکھی ہوتی ہے (تو وہ کسی کی درست بات اور دلیل کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اگر سن لیں تو ان پر اثر نہیں ہوتا چنانچہ) ان کا حال اس شخص جیسا ہوتا ہے جو ایسی چیز کے پیچھے چلا رہا ہوتا ہے جو کچھ سنتی ہی نہیں سوائے بلانے اور پکارنے (کی آوازوں کے جیسے گڈریے نے ریوڑ کو بلانے کے لئے باپ دادا سے بے معنی آوازیں سیکھ رکھی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی باپ دادا سے حاصل کئے گئے غلط عقائد ہوتے ہیں جن پر کوئی چلا رہا ہوتا ہے)۔ چنانچہ ان لوگوں کو کان رکھنے کے باوجود (سچ) سنائی نہیں دیتا، زبانیں ہوتی ہیں مگر (سچ) بول نہیں سکتے اور آنکھیں ہوتی ہیں مگر

انہیں (سچ) دکھائی نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ عقل سے ہی عاری ہوتے ہیں (یعنی عقل ہونے کے باوجود اُسے عمل میں نہیں لاتے یوں کہ جیسے اُن کے پاس عقل ہی نہیں ہے)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴿۱۷۲﴾

172-اے لوگو! جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن وبے خوفی کی راہ اختیار کر لی ہے تو جو سامانِ زندگی ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرابیوں سے پاک چیزیں کھاؤ پیو اور اس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو، مگر ایسا وہی کرتے ہیں جو اللہ کے ہر حکم پر بغیر کسی شک وشبہ کے عمل کر رہے ہوتے ہیں۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۷۳﴾

173-(چنانچہ طیب اور طاہر اشیاء کے لئے رہنمائی یوں ہے کہ اللہ نے انسانوں پر) حرام کر دیے: مُردار کا خون اور سؤر کا گوشت اور ہر وہ شے جو سوائے اللہ کے کسی بھی اور ذات کی پرستش وخوشنودی کے لئے نامزد کر دی گئی ہو۔ (لیکن یہ سب کچھ حرام ہونے کے باوجود) اگر کوئی شخص سخت مجبور ہو جائے (اور اس کی نیت وارادہ بھی اللہ کی) حکم عدولی کا نہ ہو اور وہ حد سے نکل کر (گنجائش سے ناجائز فائدہ اٹھانے والا نہ ہو تو وہ اس حالت میں اگر حرام کی گئی چیزوں میں سے استعمال میں لے آئے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اللہ یقیناً (مجبوریوں میں بھی) حفاظت فراہم کرنے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد ورہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ښ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿۱۷۴﴾

174-(اللہ کے یہ ایسے احکامات ہیں جنہیں نوعِ انسان تک پہنچا دینا چاہیے لیکن) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے رہتے ہیں (کہ کہیں سچائیاں اور احکامات آسانی سے انسانوں کے سامنے نہ آجائیں اور ان کا آگاہی دینے والا دبدبہ ختم نہ ہو جائے) اور اس کے بدلے میں وہ حقیر قیمت حاصل کرتے ہیں تو وہ لوگ سوائے اپنے باطنوں میں آگ (بھرنے کے) کچھ نہیں کھا رہے ہوتے اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام تک نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہونے دے گا اور ان کے لئے ایسا عذاب ہے جو بڑا الم انگیز ہے۔

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَي النَّارِ﴿۱۷۵﴾

175-(چنانچہ) یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اطمینان بھری منزل تک جانے والی درست اور روشن راہ کے بدلے میں

گمراہی خرید لی اور اللہ کی حفاظت کے بدلے میں عذاب خرید لیا۔ (ذرا سوچو کہ سب کچھ دیکھنے جاننے کے باوجود، اس طرح تباہیوں) کے جہنم کی طرف بڑھتے چلے جانا کتنے بڑے حوصلے کا کام ہے (کیونکہ ابھی یہ اس عذاب کا نہ احساس کر رہے ہیں اور نہ ہی اس پر غور کر رہے ہیں ورنہ وہ کبھی یہ حوصلہ نہ کرتے)۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۧ

ع 21 9 5 ربع

176- تحقیق کرنے والے جانتے ہیں (کہ ان کا یہ انجام) اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ نے یہ ضابطۂ حیات ایسی سچائی کے ساتھ نازل کیا جو اپنی گواہی آپ دے رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس ضابطۂ حیات (کے احکام و قوانین) میں اختلافات پیدا کر لئے اور ان اختلافات میں (اپنے غلط عقیدوں، رسموں اور تعصّبات کی بناء پر سچائیوں سے) بہت دُور نکل گئے۔

(**نوٹ**: یہ آیت ایسے تمام لوگوں کے لئے انتہائی تنبیہ ہے جو قرآن کی بنیاد پر اپنے فرقوں کو تقویت دیتے ہیں)۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

177- (اے نوعِ انسان! یاد رکھو کہ پرستش کے لئے) اپنا رخ مشرق یا مغرب کی جانب کر لینے کا یہ مطلب نہیں کہ تم نے طے شدہ حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کر کے دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا کر لی ہے بلکہ اس کے لئے جن سچائیوں کو تسلیم کر کے اختیار کرنا ہوگا (وہ یہ ہیں): اللہ اور آخرت کا دن اور ملائکہ اور نازل کردہ کتاب یعنی نازل کردہ نظامِ حیات اور انبیاء (پر ایمان) اور (حقیقی ضرورت مندی کے پیش نظر) قریبی رشتہ داروں اور یتیموں یعنی جو بے یارو مددگار ہیں، اور جن کے کاروبار ساکن ہو گئے یا آمدنی کے ذرائع رُک گئے (مساکین) اور مسافروں کو (جو اپنی مسافری کی وجہ سے کسی بناء پر حقیقی ضرورت مند بن گئے)' اور جو اپنی بے بسی اور محرومی کی وجہ سے پکارتے ہیں (سائلین)' اور (محکوموں' غلاموں' بے گناہ اسیروں کو) آزاد کرانے کے لئے اللہ کی محبت میں اپنا مال و دولت (ان راستوں میں) دیتے رہتے ہیں اور نظامِ صلواۃ قائم (کرنے کی تگ و دو) کرتے رہتے ہیں اور نظامِ زکواۃ کے (استحکام کی خاطر اپنے مال سے مقرر کیا گیا حصہ) دیتے رہتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوتے ہیں اور سختی و تنگ دستی و بھوک کے حالات میں اور مصیبت کی حالت میں اور جنگ کی شدت کے وقت ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے والے

ہوتے ہیں، تو یہ ہیں وہ لوگ جو سچائی پر قائم رہنے والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین کو اختیار کئے رکھتے ہیں (اور تب وہ البر کے مقام پر پہنچتے ہیں جہاں ان کے دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے)۔

(**نوٹ:** البر کا مادہ (ب۔ر۔ر) ہے۔ البر کا اصل معنی کشادگی' وسعت' ہیں۔ البر' بحر یعنی سمندر کے مقابلے میں آیا ہے البر یعنی خشکی، زمین، وسیع وعریض میدان۔ چنانچہ زمین کی کشادگی اور وسعت کی بناء پر ہی قرآن کی مجموعی آگاہی کے پیشِ نظر محققین نے اس کا بنیادی مطلب ''دلوں کی کشادگی اور نگاہوں کی وسعت کیا ہے'' مگر یہ کشادگی اور وسعت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک قرآن کے احکام وقوانین کے مطابق طے شدہ حقوق اور ذمہ داریاں ادا نہ کردی جائیں' چنانچہ البر کا مطلب صرف خالی خولی نیکی نہیں ہے بلکہ ''طے شدہ حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کر کے دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا کرنا ہے'' لہٰذا' سورۃ ال عمران آیت 92 یعنی 3/92 میں ہے کہ ''تم ہرگز البر کو نہیں پہنچ سکو گے یعنی تم ہرگز دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت حاصل نہ کرسکو گے جب تک تم ان چیزوں کو جو تمھیں سب سے زیادہ عزیز ہیں (انہیں اللہ کے احکام وقوانین کے مطابق نوع انسان کی نشونما کے لئے) کھلا نہ رکھو گے'' ایسا کرنے والوں کو ابرار کہتے ہیں 82/13، اور جو لوگ اس کے الٹ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں تو انہیں فجار کہا گیا ہے' 82/14)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٨﴾

178- اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں' آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت (اس کو سزا ملے گی جس نے قتل کیا ہوگا) پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو پھر قاعدے قانون کے مطابق پیروی کی جائے اور خون بہا کو اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے۔ یہ تمہارے نشونما دینے والے کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد جو کوئی زیادتی کرے گا تو اس کے لئے الم انگیز عذاب ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧٩﴾

179- اور عقل وبصیرت وجذبات واحساسات رکھنے (والے جانتے ہیں کہ) قصاص (کے اس نظام) میں زندگی (کی نشونما ہوتی ہے تاکہ انسانیت اطمینان کے ساتھ نشونما حاصل کرتی جائے)۔ اسی وجہ سے جو تباہ کن نتائج سے بچنا چاہتے ہیں وہ نازل کردہ احکام وقوانین کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾

180-(اور) تم پر یہ بھی لازم کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی پر موت طاری ہو اور وہ اپنے پیچھے مال (یا مال کے ذرائع چھوڑ رہا ہو یعنی ترکہ) تو وہ اس کے بارے میں اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں معروف دستور کے مطابق (یعنی قرآن میں اس سلسلے میں دیے گئے پیمانوں کے مطابق) وصیت کر دے (یعنی ان کے حصے قرآن کے مطابق علیحدہ علیحدہ طے کر دے) اور یہ ان لوگوں پر فرض ہے جو تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین کو اختیار کرنے والے ہیں۔

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾

181- لیکن اگر کوئی شخص وصیت سننے کے بعد (جان بوجھ کر) ردو بدل کر دے تو ایسے لوگ مجرم ہیں (ایسا کرنے والے سمجھتے ہیں کہ کسے معلوم کہ مرنے والے نے کیا وصیت کی تھی مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ) اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

22 ع 6 6

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

182-(اور) پھر اگر کسی شخص کو وصیت کرنے والے سے طرفداری یا زیادتی کا اندیشہ ہو اور پھر وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ (معاملات کی درستگی چاہتا ہے اس لئے) وہ حفاظت فراہم کرنے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾

183-(اور حقیقی نشو و نما الہامی آگاہی اور الہامی تربیت سے ہی ہو سکتی ہے اس لئے) اے اہلِ ایمان! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کر دیے گئے تھے تاکہ تمہیں ''خود پر اس قدر اختیار حاصل ہو جائے کہ تم تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین کی خلاف ورزی سے بچ سکو (تقویٰ)۔

أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٤﴾

184- یہ گنتی کے چند دن ہیں۔ لہٰذا اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں (میں روزے رکھ کر) گنتی پوری کر لے۔ اور وہ لوگ جن پر طوق پڑے ہوں یعنی جو انتہائی مصیبتوں و مشقتوں میں ہوں تو وہ بدلے میں ایسے شخص کو کھانا

دے دیں جس کے روزی کے ذرائع نہ ہوں۔ پھر جو کوئی اپنی خوشی سے (زیادہ) نیکی کرے تو وہ اس کے لئے خوشگواری و سرفرازی ہے۔لیکن اگر تم علم رکھتے ہو (تو تمہیں پتا چلے گا کہ) تمہارا روزہ رکھ لینا تمہارے لئے ہی بہتر ہے۔

(**نوٹ**: یطیقونہ۔ یہ لفظ الطّوق سے نکلا ہے جس کا مادہ (طوق) ہے۔اور اس کا بنیادی مطلب ہے وہ حلقہ جسے گردن میں ڈال دیا جائے۔ ہر وہ چیز جو کسی کو اپنے گھیرے میں لے لے یعنی ایسی مصیبت و مشقت کی حالت جیسے کسی نے گردن میں طوق ڈال دیا ہو۔یعنی ایسے لوگ جو کسی مصیبت و مشقت میں روزہ نہ رکھ پا رہے ہوں تو وہ فدیے میں یعنی بدلے میں ایسے کو کھانا دیں جس کے ذرائع آمدنی ساکن ہو چکے ہوں)۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ١٨٥

185-رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کے نازل ہونے (کی ابتداء ہوئی اور یہ قرآن) انسانوں کو ایسی روشن و درست راہ دکھاتا ہے جو انہیں اطمینان بھری منزل تک لے جاتی ہے اور یہ ناقابلِ تردید واضح دلائل سے ہدایت فراہم کرتا ہے۔اور یہ سچائیوں اور غیر سچائیوں کو واضح طور پر علیحدہ علیحدہ کر دینے والا ہے (الفرقان)۔ بہرحال اس مہینے کو تم میں سے جو کوئی پائے تو اسے اس مہینے کے روزے رکھنے چاہیں۔لیکن جو مریض ہو یا حالت سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔اللہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے سختی اور تنگی نہیں چاہتا۔اس لئے تم دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلیا کرو۔لہٰذا' اللہ کی بڑائی کا ذکر کرتے رہو کیونکہ اس نے تمہیں ایسی روشن و درست راہ دکھائی ہے جو اطمینان بھری منزل کو جاتی ہے۔اسی وجہ سے تم اللہ کا شکر کرتے رہا کرو (یعنی اللہ کی عنایات کی قدر بھی کرو اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتے رہو)۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ١٨٦

186-(اے رسولؐ) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو ان سے کہہ دو! کہ میں ہر وقت ان کے قریب ہوں۔اور (جب کوئی اپنی مدد یا رہنمائی) کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کا جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں میرے احکام ماننے چاہیں اور وہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ معاملات کا صحیح حل پا کر منزل تک پہنچ سکیں (یرشدون)۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

187-(بہر حال روزوں کے حوالے سے مزید رعایت یہ ہے) کہ روزے دار میاں بیوی کو روزوں کی راتوں میں قربت کی اجازت ہے۔(حقیقت یہ ہے کہ) ہر شوہر اپنی بیوی کا لباس ہے اور ہر بیوی اپنے شوہر کا لباس ہے (یعنی دونوں ایک دوسرے کی عزت و وقار کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔ مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگزر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لئے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ تم پر صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے (الگ ہو کر) نمایاں ہو جائے۔ پھر روزہ کو رات (ہونے) تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف پر ہو تو بیویوں سے اس حالت میں صحبت نہ کرو۔ یہ ہیں وہ ضابطے جو اللہ نے اس سلسلے میں مقرر کئے ہیں۔ لہٰذا ان ضابطوں کو ہرگز نہ توڑنا۔ اس طرح اللہ انسانوں کو اپنے احکام و قوانین کو نمایاں طور پر بیان کر دیتا ہے تا کہ وہ خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لیں کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین اختیار کیے رکھیں۔

(نوٹ: آیت 2:187 بھی ثابت کرتی ہے کہ قرآن صرف بیوی رکھنے کی اجازت دیتا ہے اور بغیر نکاح کے کسی بھی طرز میں لونڈی، کنیز، باندی یا مملوکہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتا ورنہ بیوی کے ساتھ اُن کا بھی ذکر ہوتا اور روزوں میں اُن کے ساتھ بھی قربت کی اجازت ہوتی)۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع 22 6 7

188-اور (یہ بھی یاد رکھو کہ) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ اس مطلب سے ایسا کرو کہ حاکموں تک مال پہنچا کر انسانوں کے مال کا کوئی حصہ تم گناہ کے ساتھ کھا سکو۔ حالانکہ تمہیں بھی علم ہے (کہ جو مال اس طرح حاصل کیا جائے اس کے نتائج کس قدر تباہ کن ہوتے ہیں)۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ

الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

189-(اے رسولؐ)لوگ تم سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کون سے مبارک ہیں اور کون سے منحوس ہیں)۔ان سے کہو!(کہ ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان سے)انسانوں کے لئے اوقات کا تعین ہو جاتا ہے (جیسے کہ) حج' (اور اس سلسلے میں انہیں یہ بھی آگاہی رہنی چاہیے کہ کسی توہم پرستی کی بنیاد پر) اپنے گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہونا نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی یہ ہے کہ خود پر اس قدر اختیار حاصل کرلو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو۔لہٰذا' تم اپنے گھروں میں ان کے دروازوں کے ذریعے داخل ہُوا کرو۔اور اللہ کے احکام سے ہم آہنگ رہو تاکہ تمہاری کوششیں یقینی کامیابیوں اور کامرانیوں تک پہنچ سکیں (فلاح)۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

190-اور (امن کے حالات میں زندگی کے کچھ اصولوں کے علاوہ جنگ کے مقصد کی آگاہی یہ ہے) کہ جو لوگ تمہارے خلاف جنگ پر اُتر آئیں تو تم ان سے اللہ کی راہ میں (یعنی اللہ کی نازل کردہ مستقل اقدار اور احکام وقوانین کے تحفظ کے لئے) جنگ کرو لیکن اللہ کی طے شدہ حدوں سے تجاوز نہ کرو کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑنے والے ہوتے ہیں۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾

191-اور (جب تم جنگ کے لئے مجبور کر دیے جاؤ) تو پھر دشمن کو جہاں پاؤ ان کا مقابلہ کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو۔یہ اس لئے کہ (انسانی دنیا میں) فتنہ یعنی انسان کو ایسی تباہ کن آزمائش میں ڈال دینا جس میں بہترین بھی جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو وہ قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے اور کعبے کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم بھی ان سے نہ لڑو مگر جب وہ وہاں جنگ سے باز نہ آئیں تو پھر تم بھی انہیں قتل کرو' کیونکہ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کرکے سرکشی کرنے والوں کو یہی بدلہ ملنا چاہیے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

192-پھر اگر وہ باز آجائیں تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ حفاظت میں لے لینے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

193- بہرحال (جنگ کے کئی پہلو ہیں۔ مگر جب تم نے لڑنا ہے تو) تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے (یعنی اللہ کے نظامِ زندگی کو جو جنگ کے ذریعے نقصان پہنچانے آئے تھے شکست کھا جائیں)۔ اور پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سوائے ان کے جو زیادتی و بے انصافی کے مجرم تھے' کسی اور پر زیادتی کرنا درست نہیں۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾

194- (جنگ کے بارے میں ہی اگلا اصول یہ ہے کہ) حرمت والا مہینہ تو حرمت والے مہینہ کے عوض میں ہوتا ہے (یعنی جس مہینے میں جنگ روکنے کا حکم دیا گیا ہے' اگر دشمن اس کا احترام نہ کرے اور جنگ شروع کر دے یا جنگ جاری رکھے تو تم بھی جنگ نہ روکو اور مقابلہ کرو اور جنگ جاری رکھو) کیونکہ حرمتیں، حرمتوں کا قصاص ہیں یعنی حرمتیں اسی وقت قابل عمل ہوتی ہیں جب دشمن بھی ان کا احترام کرے۔ چنانچہ جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو مگر اسی قدر جتنی اس نے تم پر کی۔ لیکن اللہ کے احکام وقوانین سے ہم آہنگ رہو کیونکہ یہ حقیقت ہے جس کا تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جنہیں خود پر اس قدر اختیار ہوتا ہے کہ وہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہتے ہیں۔

مع 1 وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾

195- بہرحال (بات یہ بھی تھی کہ نیکی یہ ہی نہیں ہے کہ پرستش کے لئے رخ مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا جائے بلکہ ایک بار پھر سن لو کہ) اللہ کے راستے میں (اپنے مال و دولت) کو کھلا رکھو (جیسے کہ 2/177 میں حکم دیا گیا ہے)۔ (اگر تم ایسا نہیں کرو گے) تو خود ہی اپنے آپ کو تباہ و برباد کرو گے (کیونکہ اس طرح تم میں دولت کی ہوس بڑھ جائے گی اور حقیقی ضرورت مند اپنی ضرورتوں کے ہاتھوں مفلس اور ہلاک ہو جائیں گے جس کی ذمہ داری بھی تم پر ہو گی)۔ اس لئے عدل سے بڑھ کر دو اور زندگی میں حسن و توازن پیدا کرنے کی تگ و دو کرتے رہو (احسنوا)۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ایسے ہی لوگوں سے محبت کرتا ہے جو زندگی میں حسن و توازن پیدا کرنے کی تگ و دو کرتے رہتے ہیں (المحسنین)۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۣ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا

رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ع 24 8 8

196- اور (جنگ ہو یا امن' کامیابیوں کے لئے بنیادی اصول اجتماعیت اور مرکزیت ہیں' اس کی تربیت کے لئے) حج اور عمرہ کی ادائیگی اللہ (کے احکام کی سربلندی) کے لئے کرو۔ لیکن (اگر کبھی ایسا ہو کہ) تم وہاں پہنچنے سے روک دیے جاؤ تو تم وہاں الھدی بھیج دو اور جب تک یہ الھدی اپنی منزل تک نہ پہنچ جائیں تو تم (ان لوگوں کے ساتھ یگانگت کے اظہار کے طور پر) اپنے سروں کو نہ منڈواؤ۔ جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو پھر تم (ان لوگوں کی مطابقت کرتے ہوئے) اپنے سر کے بال منڈواؤ۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو' تو وہ اس کے بدلے میں روزے رکھ لے یا (اپنی نیت کی سچائی ثابت کرنے کے لئے) صدقہ دے دے یا نُسک دے دے۔ پھر جب تم حالتِ امن میں ہو جاؤ (یعنی وہ حالات ختم ہو جائیں جن کی وجہ سے تم روک دیے گئے تھے) تو جو کوئی عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا فائدہ اٹھائے تو اسے جو بھی الھدی میسر آئے دے دے۔ پھر جسے یہ بھی میسر نہ ہو تو وہ تین دن کے حج میں روزے رکھ لے اور سات جب تم واپس لوٹو' یہ پورے دس ہوئے۔ یہ (طریقہ کار) اس کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں (یعنی جو کعبہ کے پاس کہیں رہنے والا نہ ہو)۔ مگر (اس ساری تربیت کا مقصد یہ ہے کہ تم زندگی کے ہر طرز کے حالات میں) خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو (تقوٰی)۔ اور (اسی لئے تمہیں اس حقیقت کا بھی) علم رہنا چاہیے کہ اللہ سخت گرفت کرنے والا ہے (لہٰذا' اپنے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ رہو)۔

(نـــوٹ: آیت میں دیے گئے الفاظ' الھدی۔ صدقہ اور نُسُک کے مطالب یوں ہیں: الھدی کا عمومی مطلب حج میں قربانی لیا جاتا ہے مگر الھدی کا براہِ راست یا بنیادی مطلب قربانی نہیں ہے۔ ھدی کا مادہ (ھ د ی) ہے۔ اس کے بنیادی معنی نمایاں اور روشن ہونا۔ آگے آگے ہونا۔ دوسروں کے آگے آگے چلنا ہیں۔ راستہ بتانے کے لئے آگے بڑھ جانا۔ ھدیہ اور تحفہ بھیجنا ہیں۔ یہی وہ لفظ ہے جس سے ھدایت کا لفظ نکلا ہے۔ اور یہی وہ لفظ ہے جسے قرآن نے اپنے لئے استعمال کر کے اپنے آپ کو ھدی لِلمُتقین (2/2) کہا ہے۔ البتہ محققین کے ایک گروہ نے اس لفظ سے مراد ''وہ جانور لیا ہے جسے مکہ میں حج کی تقریب میں قربانی کے طور پر ذبح کیا جائے''۔ مگر محققین کا دوسرا گروہ سوال یہ اٹھاتا ہے کیا یہ جانور وہاں اس لئے ذبح کئے جاتے ہیں کہ ھدیہ یا تحفہ ہیں اور حج کرنے والوں کی کھانے کی ضروریات پوری کر سکیں یا اس لئے ذبح کئے جاتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کو ذبح کر کے اللہ کو خوش کیا جائے اور یوں اللہ کی قربت حاصل کر لی جائے؟ جس کی وجہ سے اسے قربانی کہا گیا۔ کیونکہ ساری تاریخ میں قربانی کا تصور صرف دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کی بارگاہ میں جانوروں اور انسانوں کو ذبح کرنے سے ملتا ہے۔ اس لحاظ

سے یہ انتہائی تحقیق طلب ہے کہ ''کیا اسلام بھی ایسا دین ہے جس میں اللہ کوخوش کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں جانور ذبح کئے جائیں یا آیت 2/177 کے مطابق اپنا مال و دولت خرچ کیا جائے یا یہ دونوں طریقے استعمال کیے جائیں؟ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اپنی خواب کی بنیاد پر اللہ کوخوش کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کو جو ذبح کرنے کے لئے لے گئے تھے تو اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی تھی مگر اس محبت کے احساس کی بنیاد پر اسے ذبح عظیم کا نام تو دیا 37/107 سورۃ الصّف/ آیت 107 مگر اسے قربانی یا قربانیٔ عظیم کا نام نہیں دیا گیا۔ البتہ تیسرے گروہ کی رائے ہے کہ الھدی کے یہ مطالب زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں کہ ''جانوروں کے ان تحائف کو اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کعبہ میں حج کے سالانہ اجتماع کے موقع پر آئے ہوئے لوگوں کی کھانے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ذبح کیا جائے''۔

نسک: نسک کا عمومی مطلب بھی ''قربانی'' لے لیا گیا ہوا ہے۔ جبکہ اس کا بنیادی یا براہِ راست مطلب قربانی نہیں ہے۔ نسک کا مادہ (ن س ک) ہے۔ اس کا بنیادی مطلب ہے دھونا اور صاف کرنا۔ اس سے مراد کسی معاملہ کو درست اور ٹھیک کر لینا ہوتا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ مطلب بھی ہے، راستہ یا طریقہ اختیار کرنا۔ چنانچہ مناسکِ حج بھی اسی سے نکلا ہے۔ البتہ تحقیق کرنے والوں کے ایک گروہ نے اس کا مطلب یہ کیا ہے کہ اس کا مطلب ہر اس چیز کے ہیں جس کے ذریعے اللہ کی قربت حاصل کی جا سکے۔ بہر حال، نسک کے مطالب میں جانور کو اللہ کی بارگاہ میں ذبح کر کے اس کوخوش کرنے یا اس کی قربت حاصل کرنے کے معنی نہیں ہیں۔ اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے آیات 2/195 اور 2/177 مزید رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ البتہ یہ مطالب نسک کے زیادہ قریب معلوم ہوتے ہیں کہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں جو توفیق ہو وہ حقیقی ضرورت مندوں تک پہنچانے کا راستہ اختیار کیا جائے، اپنے ظاہر و باطن کو صاف ستھرا رکھنے کا اپنے ساتھ عہد کرنا اپنے معاملات کو قرآن کے احکام و قوانین کے مطابق دُرست رکھنے کی جدوجہد کرتے رہنے کا اللہ کے ساتھ عہد کرنا۔

صدقہ: یہ لفظ صدق یعنی سچ سے ہے جو کذب یعنی جھوٹ کی ضِد ہے۔ صدقہ کا مادہ (ص د ق) ہے، صدق کا بنیادی مطلب ہے، انسان کا دل اور اس کی زبان کا ہم آہنگ ہونا۔ صدیق کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے۔ صدقہ بھی اسی لفظ سے اخذ کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے۔ کہ ''دل کی سچائی ثابت کرنے کے لئے عمل کے ذریعے حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے توفیق کے مطابق جو میسر ہو وہ دیا جائے تاکہ اللہ سے محبت کا اظہار ہوتا رہے۔ صدقہ کا یہ مطلب زیادہ قرین قیاس محسوس ہوتا ہے)۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

197- حج کے مہینوں کے بارے میں معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان (مہینوں) میں نیت کر کے اپنے لئے حج لازم کر لے تو حج کے دنوں میں (اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی شرائط پوری کرے۔ یعنی) حج کے (اس

اجتماع میں کوئی ایسی حرکت یا بات نہیں ہونی چاہیے جس سے میاں ہو یا بیوی وہ آپس میں) بے پردہ ہوں اور نہ ہی (حج کرنے والوں میں کسی کے درمیان) کوئی ایسی لڑائی جھگڑے کی بات یا حرکت ہونی چاہیے جو انہیں اللہ کے قوانین کی حفاظت سے نکال کر خرابی و بے اطمینانی کا باعث بنے۔اور نہ ہی کوئی مناظرہ اور دلائل کی جنگ ہونی چاہیے (جدال)۔ (بہر حال، حج میں جو کچھ بھی تمہیں کرنا ہے وہ اپنے اور دوسروں کے لئے) آسانی، خوشگواری و سرفرازی پیدا کرنے کے لئے کرنا ہے، کیونکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ سب اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔(اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ) تم اتنا کچھ سامان اپنے ساتھ لے جاؤ (کہ کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور نہ بھیک مانگنی پڑے)۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ (تمہاری زندگی کے) سفر کا بہترین سامان یہ ہے کہ تم خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو۔اور اے دانش وبصیرت رکھنے والو! بُرے اعمال کے بُرے نتائج سے خوف زدہ ہونا صرف میری خاطر ہونا چاہیے (لہٰذا، اے اہلِ ایمان ! یہ ہیں حج اور عمرہ کے مقاصد جو آگاہی کے لئے دے دیے گئے ہیں)۔

(**نوٹ**: آیت 2:197 ایسے لوگوں کے لئے سخت تنبیہہ فراہم کرتی ہے جو کم ذرائع لے کر حج کے لئے چل نکلتے ہیں اور وہاں جا کر وہ بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور دوسروں پر بوجھ بن جاتے ہیں)۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

198-اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں اگر تم (زمانۂ حج میں تجارت کے ذریعے) اپنے رب کی فراوانیاں اور فضیلتیں تلاش کرو۔ پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس اللہ کا ذکر کیا کرو۔اور اس کا ذکر اس طرح کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت کر رکھی ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ (ان واضح احکام سے) پہلے تم غلط راہ پر چلے جا رہے تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

199-(بہر حال) پھر جہاں سے اور سب انسان چل پھر کر واپس پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو (یعنی اپنے کسی غرور یا شان وشوکت کی بناء پر اپنے لئے علیحدہ علیحدہ طریقہ وراستہ مت اختیار کر لو کیونکہ حج کا اصل مقصد اجتماعیت اور مرکزیت پیدا کرنا ہے)۔اور یہ حقیقت ہے کہ (پھر دعائیں مانگو کہ جو گناہ وکوتاہیاں اللہ کے احکام وقوانین کی خلاف ورزیوں کے سلسلے میں تم سے ہوئیں انہیں اللہ معاف کر کے تمہیں اپنی حفاظت میں لے لے کیونکہ وہ ہی) حفاظت میں لینے والا ہے

اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

200- چنانچہ جب حج کے وہ ارکان جو اللہ نے تم پر واجب کیے ہیں پورے کر چکو تو پھر اللہ کا ذکر یوں (خالص اور شدید تر محبت) سے کرو جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہونا چاہیے۔ اس طرح کا ذکر کرنے والے (یا دعائیں مانگنے والے) انسانوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں! کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں (یہیں جو عطا کرنا ہے) عطا کر دے۔ مگر ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

201- اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو التجا کرتے ہیں کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہمیں دنیا میں ایسا کر دے کہ ہم عدل سے بھی بڑھ کر دینے والے اور زندگی میں حسن و توازن پیدا کرنے والے ہوں تا کہ دنیا کا حسن میسر آ سکے (حسنہ)۔ اور آخرت میں ہمیں ایسا کر دے کہ آخرت کا حسن میسر آ سکے اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھنا (جس میں کہ بہترین حاصل کیا ہوا بھی راکھ ہو کر رہ جاتا ہے)۔

النصف

اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

202- (بہر حال) یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے اس کے بدلے میں اس کے مطابق ہی ان کا حصہ ہے۔ کیونکہ اللہ کے (قائم کردہ نظام میں ہر عمل اپنا نتیجہ ساتھ لیے ہوتا ہے اور تاخیر و خطا سے پاک ہوتا ہے۔ اس لئے) وہ تیز ترین حساب لینے والا ہے۔

وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ فِىۡٓ اَيَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِىۡ يَوۡمَيۡنِ فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ ۚ وَمَنۡ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّكُمۡ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۰۳﴾

203- اور (حج) کے جو چند دن ہیں ان میں اللہ کا ذکر یعنی اللہ کے احکام و قوانین کی آگاہی برابر حاصل کرتے رہیں۔ اور جو کوئی جلدی کر کے دو دن میں ہی واپس لوٹ جائے تو اسے کوئی گناہ نہیں اور اگر کوئی مزید کچھ روز ٹھہر کر واپس لوٹے تو اس کو بھی کوئی گناہ نہیں۔ (لیکن اصل بات یہ ہے کہ کیا) خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لیا کہ تم تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین سے چمٹے رہ سکتے ہو۔ مگر برُے اعمال کے نتائج سے صرف اللہ کی وجہ سے خوف زدہ رہنا

ہوگا۔ اور آگاہ رہو کہ تم سب کو اسی کے پاس جمع کرلیا جائے گا (اس لئے جو کچھ کرتے ہو اس کے بارے میں آگاہ رہو کیونکہ جواب دینا پڑے گا)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾

204-اور (عام زندگی میں تمہیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں یعنی) انسانوں میں ایک وہ جو دنیا کے بارے میں اس طرح کی گفتگو کرتا ہے جو تمہیں حیرت زدہ کردیتی ہے۔ اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾

205-اور جب ایسے شخص (کے پاس کوئی اختیار آجاتا ہے) تو وہ پھر جاتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ زمین میں حسن وتوازن بگاڑ کر امن واطمینان تباہ کردے اور کھیتوں کو اور نسلوں کو برباد کردے۔ (یادرکھو کہ) اللہ فساد برپا کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾

206-اور جب ایسے شخص کو کہا جاتا ہے کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹ جاؤ تو (اقتدار کا) غرور اسے اور زیادہ گناہ پر اکساتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کے لئے جہنم ہی کافی ہے جو کہ بدترین مقام ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾

207-(دوسری قسم ان انسانوں کی ہے) جن میں سے کوئی اللہ کی مرضی حاصل کرنے کے لئے (اپنی عزیز ترین خواہشات سے لے کر جان تک بھی) بیچ دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ اپنے ایسے عباد کے ساتھ یعنی ایسے انسانوں سے جو سوائے اللہ کے کسی اور کی غلامی قبول نہیں کرتے ایسی تمام رکاوٹوں کو دُور کردیتا ہے جو ان کی کامرانیوں اور مسرتوں کی نشوونما میں حائل ہوتی ہیں (رؤف)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٠٨﴾

208-اے اہلِ ایمان! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ (ایسا نہ کرو کہ اسلام کی کچھ باتیں اپنالیں اور کچھ چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ شیطان کا طریقہ ہے)۔ مگر تم شیطان کے نقشِ قدم پر ہرگز نہ چلنا۔ اس لئے کہ وہ ہر لحاظ سے تمہارا دشمن ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٠٩﴾

209-لہٰذا، اب جبکہ تمہارے پاس واضح دلائل پر مبنی آگاہی پہنچ چکی ہے (تو اس کے مطابق زندگی گذارنے کے لئے ثابت قدمی سے ڈٹ جاؤ)۔اس لئے اب ڈگمگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ یہ جان رکھو کہ (یہ آگاہی اس کی جانب سے ہے) جولامحدود غلبے کا مالک ہے اور جو حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والا ہے۔

ع 25 14 9

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾

210-(مگر اس قدر واضح آگاہی پہنچ جانے کے باوجود بھی یہ لوگ اپنے پرانے قصے کہانیوں کی بناء پر گمانوں میں ہیں اور) انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ اپنے فرشتوں کے ساتھ بادلوں کے سائبانوں میں آئے گا اور تب آخری فیصلہ ہو گا (حالانکہ انہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ کا یہ طریقہ نہیں) کیونکہ تمام اعمال (اپنے اپنے نتائج کو لئے سزا و جزا کے لئے) اللہ کی طرف واپس چلے جا رہے ہیں۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

211-(اگر تم اس کی شہادت چاہتے ہو تو) پوچھو یہودیوں سے کہ اللہ نے انہیں کس قدر واضح دلائل پر مبنی اٹل احکام و قوانین کی آگاہی عطا کی۔(مگر انہوں نے بجائے اس آگاہی کی نعمت کو تسلیم کرنے کے نازل کردہ احکام و قوانین میں اپنے ذاتی مفادات کی خاطر تبدیلیاں کر ڈالیں)۔ چنانچہ یہ نعمت مل جانے کے بعد جو کوئی اس نعمت کو بدل ڈالے تو پھر (بلاشبہ اللہ کے احکام و قوانین سے نکل جانے والوں کو) اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

وقف لازم

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

212-(نتائج کے لحاظ سے اللہ کی گرفت اس لئے ہوتی ہے کہ) جو لوگ نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر لیتے ہیں تو پھر ان کے لئے اس مادی دنیا کی عیش سامانیاں ہی حسین و پرکشش بنا دی جاتی ہیں اور پھر وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں (حالانکہ انہیں علم ہونا چاہیے کہ) جو خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لیتے ہیں کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین سے چمٹے رہتے ہیں تو وہ قیامت میں (ان سے علیحدہ) بلند درجات پر فائز ہوں گے۔(لہٰذا، دنیا میں سامانِ زندگی کی خاطر ایک دوسرے کے لئے ذلت و پریشانی کا سبب مت بنو) کیونکہ اللہ جسے

مناسب سمجھتا ہے بے حساب سامانِ زندگی عطا کر دیتا ہے (تا کہ اس کی آزمائش کی جا سکے 20/131)۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۚ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

213- (یہ رویئے صرف یہودیوں کے لئے ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ یوں ہے کہ) تمام انسان ایک ہی امت تھے۔ پھر اللہ نے ان کی آگاہی کے لئے نبیوں کو بھیجا تا کہ وہ انہیں بہترین اعمال کے بہترین نتائج کی خوشخبریاں دیں اور بُرے اعمال کے تباہ کن نتائج کے بارے میں خوف زدہ کریں۔ اور ان میں ہر ایک کے ساتھ ضابطہء حیات نازل کیا جس کی سچائی اپنی گواہی آپ دے رہی تھی۔ یہ اس لئے کیا گیا تا کہ انسان جن باتوں میں اختلافات رکھتے تھے یہ ان کے درمیان فیصلہ کر کے (ان میں یک جہتی پیدا کریں) لیکن اس کے بعد کسی اور نے نہیں بلکہ وہ لوگ کہ جنہیں روشن دلائل پر مبنی آگاہی عطا ہو چکی تھی انہوں نے ہی آپس میں اختلافات شروع کر دیے اور سرکشی و بغاوت پر اتر آئے۔ مگر ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر رکھی تھی اور انہوں نے جس چیز کے لئے اختلاف کیا (وہ کسی ضد یا سرکشی کی وجہ سے نہیں) بلکہ وہ صداقت پر مبنی تھا۔ اس لئے اللہ نے انہیں اپنے قانون کے مطابق ایسی درست اور روشن راہ دکھا دی جو اطمینان بھری منزل کو جاتی تھی اور جس کے لئے وہ مناسب سمجھتا ہے اسے صراطِ مستقیم کی طرف چلا دیتا ہے (یعنی ایسے اصول و طریقے اپنانے کی آگاہی دے دیتا ہے جو نازل کردہ احکام کے مطابق ہوتے ہیں)۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

214- کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ تم پر تو ابھی ان لوگوں جیسے (جاں گداز مراحل) نہیں گزرے جو تم سے پہلے گزر چکے۔ انہیں تو طرح طرح کی ایسی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں کہ وہ ان کی شدت سے دہل جاتے، یہاں تک کہ رسول اور اہلِ ایمان جو اس کے ساتھی ہوتے تھے، پکار اٹھتے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اور جواب آتا تھا) کہ آگاہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ کی مدد دُور نہیں ہے (اس لئے ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹے رہو)۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

215-(لہٰذا' صراطِ مستقیم کے وہ مرحلے جن سے گزر کر ابدی مسرتوں سے لبریز جنتیں میسر آتی ہیں' ان میں اہم مرحلہ مالی ایثار کا بھی ہے۔ کیونکہ اے رسولؐ! تمہارے ساتھی) تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں۔تم بتلا دو کہ جس قدر مال و دولت (تمہارے پاس ہے اسے) کھلا رکھو اس طرح کہ ماں باپ کے لئے ،قریبی رشتہ داروں کے لئے اور یتیموں یعنی بے یارو مددگاروں کے لئے اور ان کے لئے جن کے روزی کے ذرائع ساکن ہو گئے ہوں اور مسافروں کے لئے (جو مسافری کی وجہ سے کسی مشکل و مصیبت میں ہوں) اور تم کسی کے لئے جو بھی خوشگواری و آسانی پیدا کرتے ہو تو یقیناً اللہ کو اس کے بارے میں مکمل علم ہوتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

ع 26 6 10

216-(اسی طرح صراطِ مستقیم پر اگلا مرحلہ جانوں کی قربانی کا آئے گا۔لہٰذا) تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے لیکن یہ تمہیں ناگوار ہے (کیونکہ تم اس کے حقیقی رازوں سے بے خبر ہو) اس لئے کہ کسی چیز کو تم ناپسند کرو مگر ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لئے آسانی ،خوشگواری اور سرفرازی کا باعث بنے (خیر)۔(اسی طرح تم ان رازوں سے بھی بے خبر ہو کہ) جس چیز سے تم محبت کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لئے مشکلوں ، بربادیوں اور ذلتوں کا باعث بننے والی ہو (شر) لہٰذا' اللہ ہی ہر شے کا علم رکھنے والا ہے مگر تمہیں اس کے بارے میں آگاہی حاصل نہیں ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾

217-(اے رسولؐ) لوگ تم سے حرمت والے مہینے میں جنگ کے حکم کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ (اس میں جنگ کرنی چاہیے یا نہیں)۔تم انہیں بتلا دو کہ اس میں جنگ بڑا گناہ ہے (مگر دوسری طرف اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھو کہ) اللہ کی راہ سے روکنا (یعنی نازل کردہ احکام و قوانین کو اپنانے سے روکنا) اور ان سے انکار و سرکشی کرنا اور مسجدِ حرام یعنی خانہ کعبہ سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا' اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے۔اور یہ فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔اور (یہ مخالفین) تو تم سے ہمیشہ جنگ جاری رکھیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر انہیں اتنی طاقت حاصل ہو جائے۔اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور پھر وہ کافر ہی مرے تو

ایسے لوگوں کے دنیا اور آخرت میں اعمال برباد ہو جائیں گے۔ اور یہی لوگ جہنم والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۱۸

218-(ان کے برعکس) یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کے لئے وطن چھوڑا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تو وہ ہے جو حفاظت میں لے لینے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱۹ۙ

219-(صراطِ مستقیم کے مراحل میں اگلا مرحلہ ان چیزوں سے بچنے کا ہے جو ان کی جدوجہد کے راستے میں حائل ہو سکتی ہیں، ان میں کچھ ایسی ہیں جن کے بارے میں لوگ آگاہی چاہتے ہیں) اور سوال کرتے ہیں کہ الخمر یعنی وہ اشیاء جن کا مقصد عقل و جذبات و احساسات کو ڈھانپ لینا ہوتا ہے اور المیسر یعنی جُوا کے بارے میں (کیا حکم ہے)۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے مگر انسانوں کے لئے ان دونوں میں فائدے بھی ہیں۔ (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) ان کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھ کر ہے اور (یہ لوگ) پوچھتے ہیں! کہ ہم اللہ کے احکام کے مطابق کتنا خرچ کریں؟ آپ ان سے کہہ دیں کہ جتنے سے تم درگذر کر سکو۔ اللہ اسی طرح تمہارے لئے اپنے احکام و قوانین شفاف طور پر بیان کر دیتا ہے تا کہ تم دنیا (کے معاملات) اور آخرت (کی جوابدہی) کے لئے غور و فکر کر سکو۔

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۲۰

220-اور دنیا و آخرت میں (معاملات کے ذریعے سرفرازی حاصل کرنے کے لئے اور تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اے رسولؐ! اہلِ ایمان) تم سے پوچھتے ہیں! کہ یتیموں (یعنی بے یار و مددگار لوگوں کے ساتھ خاص کر اُن لوگوں کے ساتھ جن کے ماں باپ فوت ہو چکے ہوں یا باپ فوت ہو چکا ہو یا ماں فوت ہو چکی ہو اور اُن پر ایسے حالات طاری ہو جائیں جن کی وجہ سے وہ مجبوریوں اور مشقتوں میں پڑ جائیں کس طرح کا معاملہ کیا جائے)۔ انہیں بتلا دو کہ ان کے (معاملات) کو سنوارنا بہتر ہے۔ اور اگر انہیں (کاروبار میں) اپنے ساتھ ملا لو تو (یاد رکھو کہ) وہ بھی تمہارے بھائی ہیں (اس لئے اگر ایسا ہو تو بہت بہتر ہے)۔ مگر جو زندگی کا حسن و توازن بگاڑ کر امن و اطمینان تباہ کرنے والے ہیں اور وہ

جو سنورنے کی تگ و دو کرنے والے ہیں (ان دونوں کے بارے میں) اللہ کو پورا پورا علم ہے (یعنی جو کسی پر مصیبت و مشقت کے حالات طاری ہوتے ہیں تو وہ اللہ تم پر بھی ڈال سکتا ہے' لہٰذا اس حقیقت کو سامنے رکھ کر یتیموں کے ساتھ سلوک کرو)۔ کیونکہ یہ تو حقیقت ہے کہ اللہ لامحدود غلبے کا مالک ہے اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نا درست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والا ہے۔

وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ ۚ وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا ؕ وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ ؕ اُولٰٓـئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اِلَى الۡجَـنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۲۱﴾

ع 27 5 11

221-اور (نازل کردہ نظامِ حیات میں صراطِ مستقیم کی ابتداء گھر سے ہوتی ہے' اس لئے شوہر اور بیوی کے درمیان ہم آہنگی ضروری ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے) ایسی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے جنہوں نے اللہ کے اختیارات میں کسی اور کو بھی شامل کر رکھا ہو (مشرکٰت) البتہ اگر وہ ایمان لے آئیں یعنی نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لیتی ہیں (تو ان کے ساتھ نکاح کیا جا سکتا ہے)۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتیں تو (یاد رکھو) کہ ایک ایسی بے اختیار عورت جو کسی کے دائرہ اختیار میں آ چکی ہو مگر وہ نازل کردہ سچائیوں کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر چکی ہے تو وہ نکاح کے لئے اس مشرک عورت سے کہیں زیادہ بہتر ہے چاہے اس کا (حسن) تمہیں حیرت زدہ ہی کیوں نہ کر دینے والا ہو۔ ایسے ہی ایمان والی عورتیں مشرک مردوں سے یعنی ان مردوں سے نکاح نہ کریں جنہوں نے اللہ کے اختیارات میں کسی اور کو بھی شریک کر رکھا ہو۔ البتہ اگر وہ ایمان لے آئیں یعنی اگر وہ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں (تو ان کے ساتھ نکاح کیا جا سکتا ہے)۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو (یاد رکھو) کہ ایک ایسا مرد جو بے اختیار ہو کر کسی کے دائرۂ اختیار میں آ چکا ہو مگر وہ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر چکا ہے یعنی وہ ایمان لا چکا ہے تو وہ نکاح کے لئے اس مشرک مرد سے کہیں زیادہ بہتر ہے چاہے اس کا (حسن) تمہیں حیرت زدہ ہی کیوں نہ کر دینے والا ہو۔ کیونکہ یہ (شرک کرنے والے اُن طریقوں کو اپنانے کی) دعوت دیتے ہیں جو جہنم میں دھکیل دینے والے ہوتے ہیں اور (ان کے برعکس) اللہ اپنے حکم کے مطابق (چلنے والوں کو) جنت کی طرف اور اپنی حفاظت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور یوں وہ انسانوں کے لئے اپنے احکام وقوانین کو کھول کر بیان کر دیتا ہے تا کہ وہ سبق آموز آگاہی حاصل کر سکیں۔

وَيَسۡـــَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِيۡضِ ؕ قُلۡ هُوَ اَذًى ۙ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الۡمَحِيۡضِ ۙ وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ ۚ فَاِذَا

تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾

222-اور (نکاح کے بعد میاں بیوی کی قربت کا سوال آتا ہے اسی لئے یہ لوگ اے رسولؐ!) آپ سے پوچھتے ہیں! کہ حیض کے بارے میں کیا حکم ہے تو انہیں آگاہی دو کہ یہ عورتوں کے لئے اذیت ناک ناپاکی ہے۔ لہٰذا حیض کے دوران بیویوں کے ساتھ قربت اختیار نہ کرو' یہ اس وقت اختیار کرو جب وہ مکمل طور پر پاک ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس راستے سے اللہ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو توبہ کرنے والے ہیں یعنی جو درست راہ کی طرف پلٹ آتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو پاک و صاف رہنے والے ہیں۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۠ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢٣﴾

223- تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں لہٰذا تم اپنے کھیت میں آؤ جس طرح چاہو (مگر اس طرح نہیں کہ بربادی کی صورت پیدا ہو بلکہ ان معاملات میں بھی ایسے درست طریقے وسلیقے اختیار کرو جن کے نتائج) آئندہ تمہارے لئے خوشگوار ثابت ہوں اور خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو اور جان لو کہ یقیناً تمہاری اللہ سے ملاقات ہو کر رہے گی۔ اس لئے درست اعمال کے بہترین نتائج کی ان لوگوں کو خبر دے دو جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بےخوفی کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَن تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٤﴾

224-اور (گھر اور باہر سے منسلک زندگی کے سلسلے میں یاد رکھو کہ بے مقصد اور بے معنی قسموں کی آڑ میں زندگی نہ گذارو۔ اس لئے) اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لئے استعمال نہ کرو (کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا' ایسا انہیں ہرگز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ) چلو انسانوں کے لئے آسانیاں اور خوشگواریاں پیدا کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور چلو یہ تقاضا کریں کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام سے چمٹے رہیں اور چلو حالات کو سنوارنے کی تگ ودو شروع کریں (تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی قسم کھا رکھی ہے اس لئے ہم ان کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے) حالانکہ اللہ سب کچھ سننے والا اور ہر شے کا علم رکھنے والا ہے (اس لئے اسے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا)۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٢٥﴾

225-(آگاہ رہو) کہ اللہ اس قسم کی لغو قسموں پر گرفت نہیں کرتا۔ البتہ وہ ان پر گرفت کرتا ہے جو تم سوچ سمجھ کر کسی ارادے کے تحت کھاؤ۔ (یادرکھو کہ) اللہ حفاظت میں لے لینے والا ہے اور وہ ذرا ذرا سی باتوں پر گرفت نہ کرتے ہوئے سنورنے والوں کو مہلت عطا کرنے والا ہے (حلیم)۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

226-(عائلی زندگی میں نکاح کے بعد اگر کبھی علیحدگی کی نوبت آ جائے تو آگاہی یوں ہے کہ) جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں (تو عورت کو اس معلق حالت میں غیر متعین عرصہ کے لئے نہیں چھوڑا جا سکتا)۔ انہیں زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک انتظار کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس عرصہ میں باہمی تعلقات کی طرف رجوع کرلیں تو انہیں اس کی اجازت ہے۔ کیونکہ اللہ حفاظت میں لینے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

227-اور اگر وہ معاہدۂ نکاح سے آزاد ہو جانے کا فیصلہ کرلیں یعنی طلاق کا فیصلہ کرلیں، تو یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور ہر شے کا علم رکھنے والا ہے (یعنی معاملات کے بگاڑنے یا سنوارنے میں انسان کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے لیکن اللہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے اسے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا)۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

ع 28 7 12

228-اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں تخلیق کر رکھا ہے اگر وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں (پھر) اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے اگر وہ سنورنے کا ارادہ کرلیں۔ اور قاعدے قانون کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر۔ البتہ مردوں کو ان پر درجہ ہے (یعنی عورت کے لئے عدت ہے اور مرد کے لئے عدت نہیں اس لئے مرد اور عورت میں اس درجہ کا فرق ہے)۔ اور اللہ تو وہ ہے جو لامحدود غلبے کا مالک ہے اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نا درست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والا ہے (اور اسی نے یہ احکام دے رکھے ہیں)۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

229-(یاد رکھو! کہ مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی میں) طلاق دو بار ہے (یعنی دو مرتبہ تو ایسا ہوسکتا ہے کہ 2/228 کے مطابق' وہ طلاق کے بعد' عدت کے دوران میں) پھر سے قانون کے مطابق روک لیں (یعنی آپس میں نکاح کرلیں) یا حسین انداز سے الگ ہوجائیں۔(لیکن اگر تیسری بار طلاق کی نوبت آجائے' تو اس کے بعد وہ ایسا نہیں کرسکیں گے کہ عدت کے دوران پھر سے آپس میں نکاح کرلیں 2/230)۔اور (طلاق کی صورت میں) تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو چیزیں تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو' سوائے اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے (یعنی اندیشہ ہو کہ لین دین کی بناء پر دونوں کی کشیدگی میں اضافہ ہوتا جائے گا اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق و واجبات ادا نہ کرسکیں گے)۔اور پھر تمہیں بھی اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اس صورت) میں ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر آزادی لے لے۔یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں۔لہٰذا تم ان سے آگے مت بڑھو اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کرتے ہیں تو وہی ظالم ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

230-پھر اگر (کسی میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ کی طلاق اور تین مرتبہ کے نکاح کے بعد تیسری مرتبہ) اس نے طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر کے ساتھ نکاح کرلے۔پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو اب ان دونوں (یعنی پہلے شوہر اور اس عورت) پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اگر وہ (دوبارہ رشتۂ زوجیت میں) پلٹ جائیں۔بشرطیکہ دونوں یہ خیال کریں کہ (اب) وہ اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے۔یہ اللہ کی حدود ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے جو علم والے ہیں۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۙ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

ع 29 3 13 الثلثة

231-اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور مطلقہ عورت کی عدت کا زمانہ ختم ہونے کو آئے (تو جیسا کہ 2/228 میں کہا گیا ہے) تو اب اسے عزت کے ساتھ روکے رکھو (یعنی اسے نکاح میں لے آؤ) یا قاعدے کے مطابق رخصت کر دو۔(اور یاد رکھو!) انہیں محض تکلیف دینے کے لئے نہ روکے رکھو (یعنی ان عورتوں سے دوبارہ نکاح اس نیت سے نہ کرو کہ) ان پر زیادتی کرتے رہو۔اور جو کوئی ایسا کرے گا (تو یقین کرلو کہ) پھر اس نے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا۔اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنالو۔اور اللہ کی نعمت جو تم پر کی گئی ہے (یعنی ازدواجی زندگی کے جو احکام نعمت کے طور پر دیے گئے ہیں تو) ان کی آگاہی حاصل کرو اور جو ضابطۂ حیات تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی (آگاہی حاصل کرو) اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے اختیار کرنے کی (آگاہی حاصل کرو)۔ یہ ہے وہ نصیحت جو وہ تمھیں کر رہا ہے۔اور اپنے اوپر اس قدر اختیار حاصل کرلو کہ تباہ کن نتائج کے ڈر سے اللہ کے احکام وقوانین کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔اور یہ جان لو کہ اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ ذٰلِكُمْ أَزْكٰى لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٢٣٢

232-جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں (اور یہ سابقہ میاں بیوی) اچھے انداز سے پھر ازدواجی زندگی بسر کرنے پر رضا مند ہوں تو انہیں آپس میں قاعدے کے مطابق نکاح کرنے سے مت روکو۔ یہ تلقین تم میں سے ہر اس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔(ان قوانین کی اطاعت) میں ہی تمہاری نشوونما کا اور خوشگوار (زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔لہٰذا، ان کے نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ واقعی) اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۗ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝٢٣٣

233-اور (اگر طلاق کی صورت میں ماں کی آغوش میں دودھ پیتا بچہ ہو تو اس کے لئے آگاہی یہ ہے کہ) مائیں اپنے

بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں (31/14) یہ (حکم) اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔ اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا پینا اور پہننا قاعدے کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے۔ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے۔ اور نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے۔ اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے۔ اور وارثوں پر بھی یہ حکم عائد ہوتا ہے۔ پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم قاعدے قانون کے مطابق دیتے ہوا نہیں ادا کر دو۔ (مگر یاد رکھو کہ) خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ اور یہ جان لو کہ یقیناً جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اللہ دیکھ رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾

234- (یہ تو تھی طلاق کی وجہ سے جدائی کی صورت۔ دوسری شکل یہ ہے کہ) تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور پیچھے اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، تو انہیں چار ماہ اور دس دن تک (اگلے نکاح کے لئے) انتظار کرنا چاہیے۔ جب ان کی عدت ختم ہونے کو آئے تو وہ اپنے لئے قاعدے قانون کے مطابق جو فیصلہ بھی کرنا چاہیں تو انہیں اس کا اختیار ہے۔ تم پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں ہوگا (کہ انہوں نے یوں کیوں کیا اور یوں کیوں نہ کیا)۔ (مگر یاد رکھو) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

(**نوٹ:** نکاح۔ طلاق۔ حلالہ: نکاح کا مادہ (ن ک ح) ہے۔ اس کا بنیادی مطلب ہے ملانا اور جمع کرنا مگر اس طرح ملانا جیسے نیند آنکھوں میں گھل مل جاتی ہے یا جس طرح بارش کے قطرے زمین کے اندر جذب ہو جاتے ہیں۔ آیت 4/19 کے مطابق نکاح زبردستی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ حلال نہیں اس لئے یہ جرم بھی ہے اور گناہ بھی اور ایسا نکاح نکاح نہیں کہلائے گا۔ آیت 4/6 کے مطابق نکاح صرف بالغ ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔ اگر نکاح بالغ ہونے سے پہلے کر دیا جائے تو یہ بھی جرم اور گناہ شمار ہوگا اور نکاح شمار نہیں ہوگا۔ آیت 2/235 میں نکاح کو عقدۃ النکاح کہا گیا ہے۔ عقد کے مطالب ہیں: مضبوطی سے گرہ باندھنا۔ عہد و پیمان وغیرہ۔ اس لحاظ سے نکاح کے لئے باقاعدہ نظم وضبط، دستور اور گواہیوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ مستقبل کی الجھنوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ چنانچہ آیات 4/6 اور 4/19 کے مطابق نکاح صرف بالغ لڑکا اور بالغ لڑکی کے درمیان ان کی کامل اور آزاد رضامندی سے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر ان شرائط کے خلاف نکاح کیا جائے گا تو وہ نکاح شمار نہیں ہوگا۔ اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ بہرحال، قرآن نے مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں نکاح سے مراد ہے میاں بیوی کا

ایسا تعلق جیسا آنکھ اور نیند کا ہوتا ہے یعنی ایک دوسرے میں اس طرح جذب ہو جانا جس طرح نیند آنکھوں میں گھل جاتی ہے یا جس طرح بارش زمین میں جذب ہو جاتی ہے۔

طلاق کا مادہ (ط ل ق) ہے۔ اس کا بنیادی مطلب ہے کسی بندھن سے آزاد ہو جانا۔ قرآن کی آیات کے مطابق طلاق کا لفظ کہہ دینے سے نکاح ختم نہیں ہو جاتا چاہے اسے تین سو مرتبہ بھی کیوں نہ دہرایا جائے۔ آیت 4/35 کے مطابق طلاق میاں بیوی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ اس کے لئے پہلے مرحلے میں میاں بیوی کی ناچاقی یا اختلافات پیش کیے جائیں گے۔ ثالثی بورڈ بنایا جائے گا جن کے سامنے ان کے اختلافات پیش کیے جائیں گے۔ ثالثی بورڈ میں ایک ثالث خاوند کے خاندان کا ہوگا اور ایک ثالث بیوی کے خاندان سے ہوگا جن کی کوشش ان کے درمیان صلح کی ہوگی۔ اور 4/128 کے مطابق صلح بہر حال اچھی چیز ہے۔ یعنی طلاق کا عمل شروع ہونے سے پہلے میاں بیوی کو لازماً اپنے اپنے خاندان کو اپنے اختلافات کے بارے میں آگاہ کرنا ہوگا تاکہ ثالثی کا عمل مکمل ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی قرار پائے گی جس سے اصولی طور پر طلاق کا فیصلہ قابلِ قبول یا قابلِ عمل نہیں ہونا چاہیے۔ اس لحاظ سے طلاق کا معاملہ باقاعدہ ایک مقدمہ ہے جسے مجاز عدالت میں ہی طے ہونا ہوتا ہے۔ اور یہ شوہر کا یا بیوی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے کہ وہ گھر میں ہی بیٹھے بٹھائے اپنے اپنے طور پر طلاق کا عمل مکمل کر لیں۔ ایسی طلاق نا قابلِ عمل اور غیر موثر ہے۔ 65/1 میں ہے کہ: اے نبیؐ! جب تم عورتوں کو طلاق دو۔'' اس آیت میں طلقتم النساء کے الفاظ ہیں۔ اس میں طلقتم جمع کا صیغہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہاں معاملہ رسولؐ کا اپنی کسی بیوی کو طلاق دینے کا نہیں بلکہ رسولؐ کو بحیثیت عدالت مخاطب کیا گیا ہے جس کے مطابق وہؐ طلاق کے مقدمات کا فیصلہ سناتے ہیں جیسا کہ 58/1 سے ثابت ہوتا ہے جس میں ہے کہ ''بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی اور اللہ آپ دونوں کے باہمی سوال و جواب سن رہا تھا بیشک اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے''۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ طلاق ایک مقدمہ ہے اور یہ میاں بیوی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے کیونکہ 65/2 کے مطابق ہے کہ اگر میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت ممکن دکھائی نہ دے تو علیحدگی کے لئے اپنے میں سے دو گواہ مقرر کر لیے جائیں۔

طلاق کا طریقہ کار: طلاق کے لئے میاں بیوی کو اپنا معاملہ ثالثی بورڈ کے سامنے پیش کرنا ہوگا جو یا تو خود فیصلہ سنائے گا یا یہ معاملہ فیصلے کے لئے مجاز عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔ آیت 2/229 کے مطابق طلاق دو بار ہے۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ مرد طلاق دو بار دے یا بیوی طلاق دو بار دے۔ یعنی طلاق دینے کا حق نہ شوہر کے پاس ہے نہ بیوی کے پاس ہے۔ بلکہ یہ حق صرف مجاز عدالت کے پاس ہے۔ آیت 2/232 میں ہے کہ ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو'' یعنی جب طلاق کا مقدمہ مرد کی طرف سے ہو کیونکہ آیت 2/229 میں ہے کہ ''ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی کچھ بدلہ دے کر (نکاح کے بندھن) سے آزادی لے لے'' یعنی طلاق کے لئے مقدمہ اگر بیوی کی طرف سے ہوتا ہے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ یعنی قرآن کی رو سے میاں بیوی دونوں کو برابر کا حق حاصل ہے کہ وہ طلاق کے لئے ثالثی بورڈ اور پھر مجاز عدالت میں جاسکیں مگر اپنے اپنے طور پر ایک دوسرے کو طلاق نہیں دے سکتے کیونکہ یہ ان کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ لہٰذا، خلع کی اصطلاح قرآن میں نہیں ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ

خاوند نے بیوی کو حقِ طلاق دے دیا ہے تو یہ قرآن کی رُو سے بالکل ہی غلط ہے کیونکہ 2/229 کے مطابق بیوی کو بھی فسخِ نکاح یعنی نکاح ختم کرنے کا ویسا ہی حق ہے جیسا 2/232 کے مطابق مرد کو حاصل ہے۔ اس لئے خاوند کی طرف سے بیوی کو طلاق دینے کا حق عطا کرنا بے معنی اور بے حیثیت ہے۔ لہٰذا، طلاق کے مراحل یوں ہیں: پہلے باہمی افہام و تفہیم۔ پھر ثالثوں کے ذریعے مصالحت کی کوشش۔ پھر عدالت کے ذریعہ فیصلہ۔ چنانچہ جب معاملہ اس حد تک پہنچ جائے کہ باہمی نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو میاں بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔ اسے طلاق کہتے ہیں۔ لہٰذا، خالی طلاق کے الفاظ کہہ دینے سے یا لکھ دینے سے طلاق نہیں ہوتی چاہے اِسے تین بار یا تین ہزار بار کیوں نہ لکھا جائے یا کہا جائے۔

دو بار طلاق سے کیا مراد ہے: دو بار طلاق کے حکم کو سمجھنے کے لئے آیات 232-231-230-229-2/228 کا بغور اور بار بار مطالعہ فرمائیں۔ ان آیات کی آگاہی کے مطابق یوں ہے کہ ''ایک مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ طلاق کے بعد بیوی کے تین حیض کی مدت مکمل ہونے تک پھر سے قانون کے مطابق آپس میں نکاح کر لیں اور اگر نہیں کرنا چاہتے تو حسین انداز سے الگ ہو جائیں لیکن اگر تیسری مرتبہ طلاق کی نوبت آ جائے تو اس کے بعد وہ اوپر بتلائی گئی مدت میں آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔ طلاق کا تعلق براہِ راست نکاح سے ہے یعنی ایک طلاق کا مطلب ہے ایک نکاح کا فسخ ہو جانا یعنی ختم ہو جانا۔ دوسری طلاق کا مطلب ہے پہلی طلاق کے بعد اگر میاں بیوی نے تین حیض کی مدت مکمل ہونے تک پھر سے نکاح کر لیا ہوا ہے تو اس کے بعد اس نکاح کا ختم کرنا۔ یعنی تین طلاق کا مطلب ہے ایک میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں تین مرتبہ نکاح کا فسخ ہو جانا۔ دو بار طلاق کا مطلب ہے کہ دو مرتبہ فسخِ نکاح کے بعد یعنی نکاح کے منسوخ یا ختم ہونے کے بعد اس کی گنجائش رہتی ہے کہ وہ میاں بیوی بن سکیں لیکن تیسری مرتبہ نکاح کے ختم ہونے کے بعد اس کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس سلسلے میں طلاق چاہے بیوی نے حاصل کی ہو چاہے خاوند نے حاصل کی ہو آیت 65/1 کے مطابق بیوی کی عدت یعنی تین حیض والے عرصے کی مدت اس وقت شروع ہو گی جب ثالثی بورڈ کے بعد مقدمہ مجاز عدالت میں پیش ہو اور پھر مجاز عدالت فیصلہ کرے گی۔ 65/1 کے مطابق طلاق کا فیصلہ عورت کی عدت کے وقت یعنی حیض کے وقت نہ سنایا جائے بلکہ اس کی صفائی و پاکیزگی کے عرصہ میں سنایا جائے اور پھر طلاق کے فیصلے کے بعد عورت کی عدت کا شمار شروع کیا جائے گا۔ یہ میاں بیوی خواہ عدت کے دوران پھر سے آپس میں نکاح کر لیں یہ بہر حال ایک طلاق شمار ہو گی۔ اگر اس جوڑے نے عدت کے دوران میاں بیوی کی حیثیت اختیار کر لی لیکن اس کے بعد پھر کبھی زندگی میں طلاق کی نوبت آ گئی تو اس کے لئے وہی کچھ کرنا ہو گا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ یہ دوسری طلاق شمار ہو گی چاہے میاں بیوی عدت کے دوران پھر سے نکاح کر لیں۔ اگر انہوں نے اس دوسری طلاق کے بعد عدت کے دوران پھر سے میاں بیوی کا رشتہ استوار کر لیا یعنی نکاح کر لیا لیکن اس کے بعد کبھی زندگی میں پھر طلاق کی نوبت آ گئی تو یہ بھی اوپر بتلائے گئے طریقے کے مطابق ہو گی مگر اس میں طلاق کے بعد عدت کے دوران نکاح کی اجازت نہیں ہو گی۔ آیات 232-2/231 کے مطابق کسی فرد کو، ثالثی بورڈ کو یا مجاز عدالت کو یعنی کسی کو بھی ایسی اجازت نہیں کہ وہ طلاق کے عمل کو یا میاں بیوی کے آیات کے مطابق عدت کے دوران آپس میں پھر سے نکاح کرنے پر ایسا رویہ یا طریقہ اختیار کرے جو بیوی یا میاں کے

لئے اذیت کا باعث بنے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ آیت 2/231 کے مطابق ایسا مجرم بن رہا ہوگا جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''اللہ کے احکام کو مذاق مت بنالو'' نکاح اور طلاق کے سلسلے میں مہر کی حیثیت انتہائی اہم ہے۔ لہٰذا، ان معاملات کا فیصلہ کرتے وقت قرآن کے احکام پیشِ نظر رہنے چاہیں۔

حلالہ: آیت 2/230 کے مطابق تیسری طلاق یعنی تین نکاح مکمل ہونے کے بعد میاں بیوی عدت کے دوران پھر سے نکاح نہیں کر سکتے یعنی ایک نکاح وہ جو پہلی بار ہوا دوسرا نکاح وہ جو طلاق کے بعد عورت کی عدت کے دوران پھر سے کرلیا گیا اور تیسرا نکاح وہ جو دوسری طلاق کے بعد عدت کی مدت کے دوران کرلیا گیا بشرطیکہ وہ میاں بیوی اپنی مرضی سے عدت کے دوران نکاح کرنا چاہیں لیکن اگر وہ اس دوران نکاح پھر سے نہیں کرنا چاہتے یعنی پھر سے میاں بیوی بن کر نہیں رہنا چاہتے اور عدت گذر جاتی ہے تو وہ طلاق ہو جائے گی۔ کیونکہ تیسری طلاق کے بعد یہ رعایت جو انہیں پہلی دو طلاقوں میں میسر تھی وہ ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے۔ تیسری طلاق کے بعد طلاق یافتہ بیوی کسی اور شوہر سے نکاح کرلے اور پھر اگر وہ بیوہ ہو جائے یا اگر وہ بھی طلاق دے دے تو تب وہ عورت اپنے پہلے والے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ مگر اس طلاق کا طریقۂ کار بھی وہی ہوگا جس کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہے یعنی طلاق ایک مقدمہ ہے جسے ثالثی بورڈ اور پھر مجاز عدالت کے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ کسی طور پر بھی میاں بیوی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ چنانچہ حلالہ کا وہ تصور جس کے مطابق یہ مراد لی جاتی ہے کہ مرد نے جب جی چاہا طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہہ دیا اور نکاح ٹوٹ گیا اور اس کے بعد اس جوڑے کا باہمی ملاپ نہیں ہو سکتا جب تک یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح یعنی حلالہ کر کے ایک رات اس سے ہم آغوشی نہ کرے، تو یہ قطعی طور پر قرآن کے خلاف ہے اور ان معنوں میں لفظ حلالہ قرآن میں کہیں نہیں آیا کیونکہ اس طرح تو جبر کا نشانہ بھی عورت ہی بنتی ہے اور پھر وہی عورت اگر بے گناہ اور عفت و عصمت وحیا کی مالک ہے تو غیر مرد کو شوہر بنا کر حلالہ کے لئے تذلیل کا نشانہ بھی بنتی ہے۔ اس لحاظ سے تو یہ عورت پر زیادتی و بے انصافی ہے جو کہ سراسر ظلم ہے اور قرآن کی رو سے اللہ کسی بھی قسم کے ظلم کی اجازت نہیں دیتا بلکہ 2/231 کے مطابق ایسے ہی طریقے ہیں جو اللہ کے احکام کو مذاق بنانے کے مترادف ہیں اور 11/18 میں ہے کہ اپنی طرف سے غلط باتیں بنا کر اللہ سے منسوب کرنے کا ظلم مت کرو)۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع

30 ع 4 14

235-اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ (دورانِ عدت بھی) ان عورتوں کو اشارۃً نکاح کا پیغام دے دو یا (یہ خیال) اپنے دلوں میں چھپا رکھو، اللہ جانتا ہے کہ تم عنقریب ان سے ذکر کرو گے مگر ان سے خفیہ طور پر بھی (ایسا) وعدہ نہ لو سوائے اس کے کہ تم (اس سلسلے میں) قاعدے قانون کے مطابق بات کہہ دو۔ اور (اس دوران) عقدِ نکاح کا پختہ عزم نہ کرو

یہاں تک کہ مقررہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے۔اور آگاہ رہو کہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تمہاری شخصیت میں موجود ہر بات کو جانتا ہے۔اور یہ بھی جان لو کہ یقیناً اللہ وہ ہے جو حفاظت میں لے لینے والا ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت نہ کرتے ہوئے سنورنے والوں کو مہلت عطا کرنے والا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

236-تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اگر تم نے اپنی (منکوحہ) عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے دی ہے تو انہیں (ایسی صورت) میں مناسب خرچہ دے دو،فراوانی و وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے (تاکہ مطلقہ ہونے کی وجہ سے اس عورت کو جو نقصان پہنچا ہے،اس کی کچھ تلافی ہو جائے)۔(بہرحال) یہ خرچہ قاعدے قانون کے مطابق دیا جائے گا اور یہ زندگی میں حسن توازن کے لئے تگ و دو کرنے والوں پر لازم ہے (یعنی اہلِ ایمان ہی محسنین ہیں اس لئے ان پر یہ حکم لازم ہے)۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

237-اور اگر تم نے انہیں چھونے سے پہلے طلاق دے دی اور تم ان کا مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو اس مہر کا جو تم نے مقرر کیا تھا،نصف دینا ضروری ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنا حق خود ہی معاف کر دے (یعنی اگر طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہے اور وہ اپنا حق خود ہی معاف کر دیتی ہے) یا وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (وہ اسے کھولنا چاہے یعنی طلاق کا مطالبہ اگر شوہر کی طرف سے ہے،تو وہ) معاف کر دے (یعنی بجائے نصف کے وہ پورا ادا کر دے)۔اور اگر تم معاف کر دو تو یہ تقوی کے قریب ہے۔اور (یاد رکھو کہ) تم آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنا مت بھولو۔کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

238-(یہ ہے عائلی زندگی کے بارے میں تمہارے فرائض کا سلسلہ،لیکن ان احکام و قوانین کا قیام و استحکام اسی وقت ممکن ہے جب) تم الصلوٰۃ یعنی نازل کردہ نظامِ زندگی کے تمام پہلوؤں کو جس کے بنیادی فرائض میں ایک نماز بھی ہے کو اپنے رسول کی طرح قائم کر کے اس کی حفاظت اس طرح کرو کہ صلوٰۃِ الوسطیٰ یعنی اس نظامِ صلواۃ کی مرکزیت اللہ

یعنی اللہ کے قوانین کی مکمل اطاعت کے ذریعے انتہائی متوازن و مستحکم ہو جائے (قوموا)۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾

239-چنانچہ چاہے تم (طاری حالات کے لئے) اندیشوں میں ہو اور (تمہاری جدوجہد) پیدل یا سوار (کی حالت میں جاری ہو) یا پھر جب تم حالتِ امن و اطمینان میں آ چکے ہو تو اللہ کے احکام و قوانین کی آگاہی جاری رکھو کیونکہ اس نے تمہیں (نظامِ زندگی کے بارے میں) وہ علم عطا کر دیا جس کے متعلق تمہیں کوئی آگاہی نہیں تھی۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٤٠﴾

240- اور (اللہ کے قوانین کی اطاعت اور اللہ کے ذکر کے بارے میں سمجھ لینے کے بعد عائلی قوانین کی مزید آگاہی یوں ہے کہ) تم میں سے جو لوگ بیوہ عورتیں چھوڑ کر مر جائیں، انہیں چاہیے کہ اپنی بیویوں کے متعلق وصیت کر جائیں کہ سال بھر تک کا خرچہ دے دیا جائے اور اپنے گھروں سے نہ نکالا جائے۔ لیکن اگر وہ از خود چلی جائیں اور قاعدے قانون کے مطابق اپنے لئے کچھ اور فیصلہ کر لیں تو اس کا کوئی گناہ تم پر نہیں ہے (کیونکہ یہ اصول اور رعائتیں اس) اللہ کی جانب سے ہیں جو نہ صرف غالب ہے بلکہ وہ حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٤١﴾

241-اور اسی طرح مطلقہ عورتوں کو بھی قاعدے کے مطابق عدت کے دوران میں خرچہ مہیا کرو۔ یہ ان لوگوں پر لازم ہے جو تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین اختیار کیے رکھتے ہیں (یعنی یہ اہلِ ایمان پر لازم ہے)۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٤٢﴾ ع 31 7 15

242-اسی طرح اللہ اپنے احکام و قوانین کو تمہارے لئے شفاف طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل و شعور سے کام لے کر (ان کے مطابق فیصلے کرو)۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٢٤٣﴾

243-(بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ صراطِ مستقیم کے مراحل میں حائل رکاوٹیں اور گھریلو زندگی کے استحکام کی آگاہی کیا ہے، چنانچہ اب صراطِ مستقیم کے مراحل میں زندگی اور موت کی حیثیت کی سبق آموز آگاہی کے لئے ایک بار

پھر بنی اسرائیل کے اس واقعہ پر نگاہ ڈالو کہ) کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر بھی کچھ غور کیا کہ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے (لیکن جب دشمن کا سامنا ہوا) تو وہ اپنا گھر بار سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے کیونکہ وہ موت سے بچنا چاہتے تھے لیکن اللہ نے ان پر موت طاری کر دی۔ مگر انہیں پھر زندہ کر دیا (تاکہ وہ جان جائیں کہ زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ انسانوں پر فراوانیاں اور فضیلتیں لانا چاہتا ہے مگر اکثر انسان شکر ادا نہیں کرتے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴿۲۴۴﴾

244-اور (ان سے کہا گیا تھا کہ تم موت سے ڈر کر بھاگنے کی بجائے) اللہ کی راہ یعنی اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت کے لئے لڑو (اور دشمنوں کا جم کر مقابلہ کرو اور یاد رکھو کہ تمہاری کوئی قربانی ضائع نہیں ہوگی) لہٰذا تمہیں علم ہونا چاہئے کہ اللہ ہر ایک بات کو سنتا ہے اور لامحدود علم رکھنے والا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴿۲۴۵﴾

245-(اس کے ساتھ ہی ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ تمہاری اجتماعی قوت کے لئے مال کی بھی ضرورت ہوگی)۔ لہٰذا، تم میں سے کون ایسا ہے جو اللہ کو قرضِ حسنا دے (یعنی اللہ کے احکام وقوانین کی حفاظت کے لئے جنگی ضروریات پوری کرنے کے لئے جو کچھ دے سکتے ہو دیتے جاؤ کیونکہ اگر اللہ کا نظام محفوظ ہو گیا تو تم بھی محفوظ ہو جاؤ گے) تاکہ اللہ اُسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے کیونکہ گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے، اور اسی کی طرف تم سب واپس چلتے جا رہے ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴿۲۴۶﴾

وقف لازم

246-(اے رسولؐ) کیا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا جو موسیٰ کے بعد ہوئے۔ اس وقت انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک امیر مقرر کر دیں تاکہ ہم (اس کی قیادت میں) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ نبی نے (ان سے) کہا! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر قتال یعنی جنگ فرض کر دی جائے اور تم جنگ ہی نہ کرو۔ وہ کہنے لگے! بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں کیونکہ وجہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے گھروں سے اور اولاد سے جدا کر دیا گیا ہے (اس لئے ہم ڈٹ کر لڑیں گے)۔ لیکن ہوا یہ کہ جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے چند ایک کے سوا سب

پھر گئے۔(حالانکہ انہیں سمجھ لینا چاہیے تھا کہ) اللہ تو وہ ہے جو زیادتی و بے انصافی کرنے والوں کو ہر طرح سے جانتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾

247- بہر حال (جب انہوں نے امیر مقرر کرنے کی درخواست کی) تو ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو امیر مقرر کر دیا ہے (لیکن انہوں نے فوراً ہی اعتراض کر دیا) اور کہنے لگے کہ اسے ہمارے اوپر کیسے امیری حاصل ہو سکتی ہے؟ اس کے مقابلہ میں، اس منصب اور اقتدار کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔(وہ غریب آدمی ہے) اس کے پاس مال و دولت کی کہاں وسعت ہے۔(اس نے ان سے کہا کہ جنگ کی کمان کے لئے مال و دولت معیار نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ اس شخص میں جنگی حکمت و تربیت کس قدر ہے اور جسمانی توانائی کا کیا حال ہے) اور یقیناً اللہ نے اسے تم پر (امیر) منتخب کر لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی دی ہے۔ اور اللہ جسے مناسب سمجھتا ہے اسے اپنا ملک دے دیتا ہے کیونکہ اللہ ہی وسعتوں کا مالک ہے اور اللہ ہی علم والا ہے۔

(نوٹ: طالوت۔ جالوت: حضرت موسیٰؑ کی وفات تقریباً 1451 ق م میں ہوئی یعنی محمدؐ سے تقریباً 2021 سال پہلے وفات ہوئی۔ ان کے تقریباً چار سو سال بعد تک بنی اسرائیل کے حالات بہت بگڑ چکے تھے۔ اور وہ اس قدر زوال میں آ چکے تھے کہ ہمسایہ ریاستوں والے جب چاہتے ان پر حملہ آور ہو جاتے۔ ان حملہ آوروں میں ظالم ترین جالوت تھا جو بیت لحم کے قریب ایک وادی ''ریفام'' کا رہنے والا تھا۔ اور ساحلی فلسطین کا بادشاہ بن گیا تھا اور جسمانی لحاظ سے یہ بڑا دراز قد آور پہلوان تھا۔ اس صورتِ حال سے تنگ آ کر بنی اسرائیل نے اپنے نبی سموئیل سے التماس کی کہ وہ ان کے لئے کوئی امیر مقرر کرے تو اس نے 1095 ق م میں طالوت کو امیر مقرر کر دیا۔ چنانچہ طالوت تقریباً تین سو سے زائد جاں بازوں کو لے کر میدانِ جنگ میں گیا اور وہاں حضرت داؤدؑ بھی طالوت کے لشکر میں شامل ہو گئے اور حضرت داؤدؑ نے جالوت کو ہلاک کر دیا۔ حضرت داؤدؑ حضرت محمدؐ سے تقریباً 1665 سال پہلے بادشاہ بنے تھے۔ طالوت حضرت داؤدؑ کے خسر تھے۔ طالوت نہایت عبادت گزار شخص تھا۔ تاریخ نے ان کے بارے میں بہت کم معلومات فراہم کی ہیں)۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾

ع 32 6 16

248- اور ان کے نبی نے ان سے یہ بھی کہا کہ اللہ نے جو اقتدار و اختیار طالوت کو سونپا ہے اس کا (پہلا) نتیجہ یہ ہو

گا (کہ اس کے عہد میں) تمہارے پاس وہ صندوق (واپس) آ جائے گا (جسے تم کھو چکے ہو)۔ اور اسے پا کر تمہارے پروردگار کی جانب سے تمھیں اطمینان میسر آ جائے گا کیونکہ اس صندوق میں آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کی کچھ چھوڑی ہوئی چیزیں ہیں (جیسے پتھر کی وہ تختیاں جو طور سینا پر اللہ کی جانب سے موسیٰؑ کو میسرّ آئی تھیں) جسے اس وقت فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اگر تم نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کو تسلیم کرتے ہو تو یقیناً یہ تمہارے لئے سبق آموز نشانی ہے (کہ طالوت کا انتخاب اللہ ہی کی جانب سے ہے)۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۙ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾

249- بہرحال (جب طالوت امیر مقرر ہو گیا) تو وہ لشکر کے ساتھ (دشمن کے مقابلہ کیلئے) روانہ ہوا تو اس نے کہا! اللہ تمہارا امتحان دریا کے ذریعے سے لینا چاہتا ہے (یہ دیکھنے کے لئے کہ تم میں کتنا استقلال ہے اور مشکلات میں ڈٹے رہنے کا کتنا جذبہ اور ارادہ ہے۔ اور وہ آزمائش یہ ہے) کہ جو کوئی تم میں سے اس کا پانی پیئے گا تو وہ میرے (ساتھیوں میں) سے نہیں ہو گا (یعنی وہ ہمارے لشکر میں رہنے کے قابل نہیں کیونکہ اس میں قوتِ برداشت نہیں اور وہ مشکلات میں ہمارا ساتھ چھوڑ سکتا ہے)۔ اسی لئے میرا ساتھی صرف وہ ہے جو اس سے پیاس نہ بجھائے سوائے اس کے کہ یونہی چلو بھر پانی اپنے ہاتھ میں لے کر (حلق تر کرلے)۔ (لیکن وہ اس پہلی آزمائش پر ہی پورے نہ اتر سکے) اور ان میں سے سوائے چند ایک کے باقی سب نے اس (دریا) سے پانی پی لیا۔ چنانچہ جب طالوت اور اس کے ایمان والے ساتھی دریا کے پار چلے گئے (اور وہاں جا کر) کہنے لگے! کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ (لیکن ان میں) جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ (شہید ہو کر) اللہ سے ملاقات کا شرف پانے والے ہیں تو وہ کہنے لگے! کہ کئی مرتبہ (ایسا بھی ہوا ہے کہ) اللہ کے حکم سے تھوڑی سی تعداد بڑی بڑی تعداد پر غالب آ جاتی ہے اور (یاد رکھو کہ) اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے والے ہوتے ہیں۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾

250- اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے صف آرا ہوئے تو انہوں نے دُعا کی کہ! اے ہمارے نشوونما

دینے والے! ہماری ڈٹے رہنے کی حالت کو وسیع و آسان کر دے اور ہمیں اُن لوگوں پر غلبہ عطا کر دے جنہوں نے تیری نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

251- لہٰذا (انہوں نے اللہ کے اس حکم کے مطابق کہ فتح حق پر ڈٹے رہنے سے وابستہ ہوتی ہے) اپنے دشمن کو شکست فاش دی اور داوٗد (جوان کے لشکر میں تھا) کے ہاتھوں جالوت مارا گیا۔ پھر اللہ نے داوٗد کو ملک عطا کر دیا اور اسے ایسی دانش دی جو حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والی ہوتی ہے۔ (اس کے علاوہ) جو کچھ چاہا ان کے بارے میں اسے علم دے دیا گیا۔ (یہ سبق آموز آگہی اس لئے دی گئی ہے کہ) اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو (جو امن و اطمینان تباہ کر کے انسانوں سے ان کی مسرتیں چھیننے والا ہوتا ہے یعنی مفسدین) اسے دوسرے گروہ سے (جو اللہ کی سچائیوں کا بول بالا کرنے والا ہوتا ہے) کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین میں فساد ہی فساد برپا ہو جاتا۔ اسی لئے اللہ وہ ہے جو سارے عالمین پر بہت زیادہ فضل کرنے والا ہے (تاکہ جہان اور اقوامِ عالم فساد سے محفوظ رہ سکیں)۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

252- (بہرحال) یہ ہیں اللہ کے وہ احکام و قوانین جنہیں ہم (اے رسولؐ) حق و صداقت کے ساتھ تمہیں سنا رہے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ ہی نہ رکھنا کہ تم رسولوں میں سے ہو (کیونکہ ہم اس قسم کے احکام و قوانین صرف اپنے رسولوں کو دیتے چلے آئے ہیں)۔

الجزء 3 وقف لازم

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ ع 33 5 1

253- (اے نوعِ انساں! تمہاری طرف جو) یہ رسول بھیجے گئے ہیں، تو ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان میں سے بعض کے درجات بلند کر دیئے اور ہم نے مریم

کے بیٹے کوصاف صاف احکام وقوانین عطا کئے تھے اور روح القدس کے ذریعے یعنی جبرائیل کے ذریعے اس کو تقویت دی اور (اب نوعِ انساں ذرا غور کرو کہ ایسا کیوں ہوا؟ یعنی) اگر اللہ مناسب سمجھتا تو ان رسولوں کے بعد آنے والے لوگ اپنے پاس صاف صاف احکام وقوانین آ جانے کے بعد آپس میں کبھی بھی خونریزی نہ کرتے۔ مگر وہ اختلافات میں پڑ گئے۔ چنانچہ ان میں سے کسی نے تو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن واطمینان کی راہ اختیار کر لی اور کسی نے ان سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر لی۔ حالانکہ اگر اللہ مناسب سمجھتا تو وہ کبھی آپس میں خونریزی نہ کرتے۔ لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے وہی کام ہوتا ہے (یعنی اگر اللہ چاہتا تو انسان دیگر اشیائے کائنات کی طرح مجبور زندگی بسر کرتے مگر رسولوں کو بھیج کر اللہ نے تمام راستے واضح کر دیئے اور اختیار دے دیا ''کہ جس کا جی چاہے ایمان کی راہ اختیار کرے اور جس کا جی چاہے کفر کی راہ اختیار کرے، 18/29)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝254

254-(لہٰذا، جن لوگوں نے ایمان کے راستے کو چن لیا ہے تو وہ آگاہ رہیں اور غور سے سنیں کہ) اے اہلِ ایمان! جو کچھ ہم نے تمہیں زندگی کی نشوونما کا سامان عطا کیا ہے (تو اسے حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پورا کرنے کے لئے) کھلا رکھو، اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی (کام آئے گی) اور نہ کوئی کسی کے ساتھ اس جیسا آ کھڑا ہوگا (تا کہ مدد کر سکے) اور یہ لوگ جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر رکھی ہے تو یہی ظالم لوگ ہیں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝255

255-(چنانچہ یہ تمام اصول، قوانین، احکام اور ضابطے) اس اللہ کے ہیں جس کے سوا کسی کی پرستش واطاعت نہیں کی جا سکتی اور جو زندہ ہے (مگر زندگی کا محتاج نہیں) اور ہمیشہ قائم ودائم ہے۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ (لہٰذا) کوئی ایسا نہیں جو اس کے پاس بغیر اس کی اجازت کے اپنے جیسے کے ساتھ جا کر کھڑا ہو سکے۔ (اس کے علم کا عالم یہ ہے کہ) جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

چنانچہ اس کے علم کا احاطہ کسی چیز سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے علم میں سے کسی کو ذرہ برابر بھی نہیں مل سکتا سوائے اس کے کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔ اس کے علم واقتدار نے تمام آسمانوں اور زمین کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور اس کے لئے ان دونوں (یعنی ساری کائنات کی بلندیوں اور پستیوں) کی نگرانی قطعی طور پر دشوار نہیں اور وہ اعلیٰ و عظیم ہے (اس کا احاطہ عقل انسانی سے باہر ہے، 6:103)۔

لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ ۚ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۵۶﴾

256-(ایسی قوتوں اور عظمتوں کا مالک اللہ اگر چاہتا تو سب کو ایک ہی دین اپنانے پر مجبور کر دیتا مگر یہ اس کا طریقہ نہیں چنانچہ) دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ یقیناً صحیح منزل پر پہنچا دینے والی راہ اور غلط منزل پر پہنچا دینے والی راہ جدا ہو چکی ہیں۔ لہٰذا، جو کوئی حدوں اور پیمانوں کو توڑنے والے سرکشوں کا انکار کر دے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔ اور اللہ تو وہ ہے جو سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِىُّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡٓا اَوۡلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوۡتُ يُخۡرِجُوۡنَهُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵۷﴾

ع 34 4 2

257-(اس لئے یاد رکھو کہ) اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان والے ہیں۔ وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور میں لے جاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں یعنی جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر رکھی ہے تو ان کی حمایت کرنے والے بھی وہ ہیں جو حدوں اور پیمانوں کو توڑنے والے سرکش ہیں۔ (لہٰذا) وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جو (دوزخ کی) آگ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِىۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ اَنۡ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ‌ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحۡىٖ وَاُمِيۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ‌ۚ ﴿۲۵۸﴾

وقف لازم

258-(اسی لئے نازل کردہ ضابطۂ حیات کو قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں سبق آموز آگاہی کے لے ابراہیمؑ کا واقعہ یوں ہے کہ جب وہ اس نظام کی دعوت دینے نکلا تو وہاں کا حکمران ہی مقابلے میں آ کھڑا ہوا۔ لیکن) کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جو اپنے رب کے بارے میں ہی ابراہیم سے جھگڑا کرنے لگا تھا۔ (اس کی مخالفت علم وبصیرت اور دلیل پر مبنی نہیں تھی بلکہ)

حکومت وطاقت (کے گھمنڈ پر تھی) جو اللہ نے ہی اسے عطا کر رکھی تھی۔ جب (بحث شروع ہوئی تو) ابراہیم نے کہا! میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا! میں زندہ کرتا ہوں اور موت بھی دیتا ہوں (کیونکہ یہاں زندگی اور موت کے فیصلے میری مرضی سے ہوتے ہیں)۔ ابراہیم نے کہا! اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ اللہ سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے تم اسے مغرب کی طرف سے نکال کر لے آؤ۔ اس پر وہ کافر دہشت زدہ ہو گیا۔ اور اللہ ایسی قوم کو جو ظلم کرنے والی ہو اسے ایسی درست وروشن راہ نہیں دکھاتا جو اطمینان بھری منزل کو جاتی ہے۔

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٥٩﴾

259-(لہٰذا وہ لوگ جو آگاہی حاصل کرنے والے ہیں وہ اس واقعہ سے مزید سبق آموز آگاہی حاصل کر سکتے ہیں) کہ یہ بات یوں ہے کہ ایک شخص جو ایک ایسی بستی پر سے گزرا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ اس نے کہا! کہ اللہ اس کی موت کے بعد اسے کیسے زندہ کرے گا۔ چنانچہ (اسے اس حقیقت کا مشاہدہ کرانے کے لئے) اللہ نے اسے سو برس تک مُردہ رکھا۔ پھر اسے زندہ کر دیا۔ اس سے پوچھا گیا! کہ تم بھلا کتنی مدت تک یہاں رہے ہو؟ اس نے جواب دیا! میں ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ اللہ نے کہا! کہ تم سو سال تک اس حالت میں رہے ہو۔ اب ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ ان میں ذرا تبدیلی نہیں آئی۔ اور ذرا اپنے گدھے کی طرف نگاہ کرو (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہیں رہیں)۔ اور یہ اس لئے ہے کہ ہم تمہیں نوعِ انساں کے لئے ایک نشانی بنا دیں۔ لہٰذا ان ہڈیوں کی طرف دیکھو! ہم انہیں کیسے جنبش دیتے ہیں۔ پھر انہیں گوشت (کا لباس) پہناتے ہیں۔ جب یہ (حقیقت) اس پر واضح ہو گئی تو وہ کہہ اٹھا کہ میں جان چکا ہوں کہ یقیناً اللہ وہ ہے جس نے ہر شے پر اس کی مناسبت اور توازن کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں (اور یوں ان پیمانوں اور قوانین کی رو سے مُردہ قوم کو بھی نئی زندگی مل سکتی ہے)۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦٠﴾ ع 35 3 3

260-اور (اسی طرح وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ابراہیم نے التجا کی کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! مجھے دکھا دے کہ تُو

مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے؟ ارشاد ہوا! کیا تم یقین نہیں رکھتے؟ اس نے عرض کیا! کیوں نہیں (یقین تو رکھتا ہوں) لیکن دل کے اطمینان کے لئے (یہ سوال کر رہا ہوں)۔ ارشاد ہوا! کہ پھر تم (ایسا کرو کہ) چار پرندے پکڑ لو اور ان سے اچھی خاصی جان پہچان کر لو پھر (انہیں ذبح کر کے) ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو، پھر انہیں بلاؤ، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے۔ اس لئے جان جاؤ کہ یقیناً اللہ وہ ہے جو لامحدود غلبے کا مالک ہے اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنے والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ‌ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ‏ ﴿۲۶۱﴾

261-(ان شہادتوں کے بعد کہ کس طرح اللہ آخرت میں انسان کو اٹھا لے گا اور موت کو زندگی میں بدل دیتا ہے، واپس اُسی نازل کردہ اصول پر غور کرو جس سے مُردہ قوم زندگی کی جانب بڑھنے لگتی ہے اور وہ یوں ہے کہ) جو لوگ اپنے مال و دولت کو (حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے) اللہ کی راہ میں کھلا رکھتے ہیں، تو ان (کے مال و دولت) کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں اور پھر ہر بالی میں سو دانے ہوں (یعنی وہ لوگ سات سو گنا اجر پاتے ہیں اور معاشیات میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں) اور اللہ جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تو وہ ہے جو لامحدود وسعت والا اور لامحدود علم والا ہے۔

(**نوٹ**: یہ آیت 2:261 قوم کی معاشی ترقی کے لئے بنیادی اصول فراہم کرتی ہے جو یہ ہے کہ محروموں کو جب مال فراہم کیا جائے گا تو وہ اُسے لے کر بازاروں اور مارکیٹوں میں جائیں گے تا کہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں اِس سے بازاروں اور مارکیٹوں میں اور پیداوار آئے گی اور یہ عمل بڑھتا بڑھتا معاشیات میں ترقی کے عمل کو تیز تر کرتا جائے گا)۔

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَآ اَذًى‌ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ‏ ﴿۲۶۲﴾

262-(بہر حال) جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے) اپنے مال و دولت کو (حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے) کھلا رکھتے ہیں اور پھر اپنے خرچ کئے ہوئے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت دیتے ہیں تو ان کے لئے ان کے نشو ونما دینے والے کے پاس اجر ہے۔ اور (یہ وہ لوگ ہیں کہ) نہ ان پر مستقبل کے اندیشے طاری ہوں گے اور نہ ان پر ماضی کے غم اور پچھتاوے طاری ہوں گے۔

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ يَّتۡبَعُهَآ اَذًى‌ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ‏ ﴿۲۶۳﴾

263-(مردہ حالت سے نکل کرنئی زندگی کے آداب وقوانین پر ذرا مزید غور کرو کہ) قاعدے قانون کے مطابق بات کرنا اور (بے حفاظت کو) اپنی حفاظت میں لے لینا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جو کہ مصیبت واذیت بنا دیا جائے۔(یاد رکھو کہ) اللہ تو وہ ہے جو کسی شے کا بھی محتاج نہیں اور وہ ذرا ذرا سی باتوں پر گرفت نہ کرتے ہوئے سنورنے والوں کو مہلت فراہم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦٤﴾

264-(لہٰذا) اے وہ لوگو! جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ اختیار کر رکھی ہے، تو وہ اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور دوسروں کو مصیبتوں میں مبتلا کر کے اکارت نہ کر دیں (اس طرح کہ جس طرح) وہ شخص جس نے اپنا مال (ضرورت مندوں) کے لئے کھلا تو رکھا ہوا ہے مگر ہے وہ انسانوں کے دکھاوے کے لئے۔ اور نہ وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ ہی وہ آخرت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کی مثال ایک ایسے چکنے پتھر کی سی ہے جس پر کچھ مٹی ہو (اور اس میں کچھ کاشت کر دیا جائے) پھر اس پر زور کی بارش ہو اور وہ پتھر کو صاف کر کے رکھ دے (یعنی وہ مٹی اپنی بوائی سمیت بہہ جائے گی اور وہ پتھر اسے سہارا نہ دے سکے گا اور اس سے کچھ بھی فصل حاصل نہ ہوگی۔ بالکل اسی طرح) پھر انہیں اپنی کمائی میں سے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔ (اسی وجہ سے) اللہ ایسے لوگوں کو جو اس نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کرتے ہیں انہیں ایسی درست وروشن راہ دکھاتا ہی نہیں جو اطمینان بھری منزل کو جاتی ہو۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٦٥﴾

265-اور (ان کے برعکس) وہ لوگ جو اپنے مال اس لئے کھلا رکھتے ہیں (تاکہ نوعِ انساں کی پرورش ہو سکے اور اس طرح) وہ اللہ کی مرضی حاصل کر سکیں اور اپنی شخصیت کو پختگی واستحکام دے سکیں، تو ان کی مثال ایک ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی سطح پر ہو۔ اور اگر اس پر زور کی بارش ہو تو وہ دگنا پھل لائے اور اگر اسے زوردار بارش نہ ملے تو اس کے لئے شبنم (یا ہلکی سی پھوار) بھی کافی ثابت ہو۔ چنانچہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہوتا ہے (اس لئے اسے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا)۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

36 ع 6 4

266-(مگر یہ بھی ذرا سوچو کہ) کیا تم میں سے کوئی شخص بھی یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس میں پانی کی ندیاں رواں ہوں (تاکہ وہ سرسبز و شاداب رہے) اور اس کے لئے (کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ بھی) ہر قسم کے پھل ہوں اور (ایسے وقت میں) اسے بڑھاپا آ پہنچے اور (ابھی) اس کی اولاد بھی ناتواں ہو اور (ایسے وقت میں) اس باغ پر ایک بگولا آ جائے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے (تو اس کی محرومی اور پریشانی کا عالم کیا ہوگا)۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام و قوانین واضح طور پر بیان کر دیتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو (کہ کیا نوعِ انساں کو مفلسی اور تباہی سے بچانے کے لئے اللہ کے نازل کردہ نظام سے بہتر کوئی اور نظام ہے؟)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

267-(لہذا) اے اہل ایمان! اپنی وہ کمائیاں جو خرابی پیدا کرنے والی آلائشوں سے پاک ہیں اور جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (یعنی جو تم زمین سے پیداوار حاصل کرتے ہو انہیں حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پورا کرنے کے لئے) کھلا رکھا کرو۔ مگر اس میں سے بُرے سے بُرے مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ ہی مت کرو۔ کیونکہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم خود اسے ہرگز نہ لو گے سوائے اس کے (کہ اس کو قبول کرنے میں) تم چشم پوشی کر جاؤ۔ اس لئے تم جان جاؤ کہ (اللہ کا نازل کردہ نظام ایسا نہیں ہے کہ وہ بھیک مانگتا پھرے اور تم اس کی جھولی میں بچے کھچے ٹکڑے ڈال دو کیونکہ) حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تو وہ ہے جو سب کچھ دینے والا ہے اور خود کسی بھی چیز کا محتاج نہیں اور وہ اپنی ذات و صفات میں اس قدر مکمل طور پر نقص اور خطا سے پاک ہے کہ اس پر خود بخود تحسین و آفرین طاری رہتی ہے۔

(نوٹ: آیات 2/261-267 کے مطابق ریاست کا فرض ہے کہ ایسا معاشی نظام قائم کرے جس میں کوئی حقیقی ضرورت محروم نہ رہے)۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ۙ

268-(لیکن محتاط رہو) کیونکہ شیطان تمہیں (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لئے) تنگدستی کا خوف دلائے گا۔ اور وہ اللہ کی طے شدہ جنسی حدوں کو توڑنے کا حکم دیتا ہے۔ اور تمہیں اپنی حفاظت میں لے لینے کا اور فراوانیاں و

فضیلتیں دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تو وہ ہے جو لامحدود وسعت کا مالک ہے اور لامحدود علم کا مالک ہے۔

يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا‌ ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۶۹﴾

269-(مگر یاد رکھو کہ) اللہ جسے مناسب سمجھتا ہے اسے حکمت عطا کر دیتا ہے (یعنی ایسی دانش جو حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے اختیار کرنے والی ہوتی ہے) اور جسے حکمت عطا کرتا ہے تو اسے کثرت سے آسانی وخوشگواری اور سرفرازی عطا کرتا ہے۔ اسی لئے سبق آموز آگاہی بھی وہ لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل وبصیرت وجذبات واحساسات کے مالک ہوتے ہیں۔

وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ‌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

270-اور تم (حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے) جو کچھ بھی (مال) کھلا رکھتے ہو اور نذریں مانتے ہو (یعنی اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اور نقصان سے بچنے کے لئے اپنے اوپر جو کچھ بھی واجب کر لیتے ہو) تو یقیناً وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے اس لئے (یاد رکھو کہ) جو لوگ اللہ کی طرف سے طے شدہ حقوق سے انکار کر کے یا ان میں کمی کر کے زیادتی وبے انصافی کے مجرم بنتے ہیں تو ان کے لئے کوئی مددگار نہیں (جو آخرت میں ان کے کام آسکے اس لئے اپنے اوپر جو کچھ بھی واجب کرنا ہے وہ اللہ کے احکام کے مطابق ہونا چاہیے)۔

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ‌ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ‌ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾

271-(چنانچہ جو کچھ تم اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دیتے ہو تو) ان صدقات کو تم اگر کھلے بندوں دو تو بھی اچھا ہے اور اگر تم انہیں مخفی رکھو اور محتاجوں کو پہنچا دو تو بھی یہ تمہارے لئے خوشگواری اور سرفرازی کا موجب ہوگا۔ اور اس طرح اللہ تمہارے کچھ گناہوں کو تم سے دُور کر دے گا۔ کیونکہ اللہ تو وہ ہے جو تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰٮهُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۲﴾

272-(مگر اے رسولؐ جو لوگ ایسی درست وروشن راہ کو ٹھکرا دیتے ہیں جو اطمینان بھری منزل کو جاتی ہے تو) ان کو ہدایت دینا تمہارے ذمہ نہیں بلکہ اللہ جسے مناسب سمجھتا ہے اسے ہدایت دے دیتا ہے (مگر اس اصول کے مطابق کہ اللہ سلامتی کی راہوں کی اسے ہدایت دیتا ہے جو اس کی مرضی کے تابع ہو جائے 5/16) بہرحال (اے رسولؐ تم ان لوگوں

کو اتنا بتلا دو کہ اس ضمن میں) تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ خود تمہاری اپنی شخصیت کو ہوگا بشرطیکہ تمہارا یہ خرچ کرنا صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ اور اس طرح تم اپنی میسر آئی ہوئی خوشگواری میں سے جو کچھ (حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پورا کرنے کے لئے) کھلا رکھو گے تو اس کا (اجر) تمہیں پورا پورا ملے گا اور تمہارے ساتھ قطعی طور پر زیادتی و بے انصافی نہیں کی جائے گی۔

الربع

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۧ

ع 37 7 5

273- (لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ ہر مانگنے والا فقیر نہیں ہے بلکہ یہ) ان فقیروں کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں (یعنی اللہ کی محبت میں اللہ کے احکام وقوانین کی سربلندی کے لئے انسانوں کو آگاہی دیتے رہنے کی وجہ سے خود کمائی نہیں کر پا رہے اور یوں) وہ زمین میں آمد و رفت نہیں کر سکتے (اور ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں لیکن ان کی خودداری دیکھ کر) ناواقف آدمی خیال کرتا ہے کہ یہ محتاج نہیں بلکہ خوشحال ہیں۔ حالانکہ تم ان کے چہروں سے (ان کی اندرونی حالت) پہچان سکتے ہو۔ یہ انسانوں سے لپٹ لپٹ کر مانگنے والے نہیں ہوتے۔ لہٰذا (ان لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے) تم جو کچھ خرچ کرو گے تو اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

وقف منزل

274- (چنانچہ) جو لوگ اپنے مال دن رات کھلے اور چھپے (اس مقصد کے لئے) خرچ کرتے رہتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے ان کے نشوونما دینے والے پروردگار کے پاس ایسا صلہ ہے کہ جس کی وجہ سے نہ انہیں مستقبل کے اندیشے ہوں گے اور نہ ماضی کے پچھتاوے اور غم ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

وقف لازم

275- (ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو ضرورت مندوں کی مدد اس سے بھی زیادہ کرتے ہیں جتنا کہ ان پر واجب ہے مگر دوسری طرف) وہ لوگ ہیں جو ربٰوا کھاتے ہیں (یعنی جو لوگ قرض دیتے ہیں تو واپس اصل سے زیادہ لیتے ہیں) تو وہ

پرسکون حالت پر قائم نہیں رہیں گے۔ (بلکہ ان کا حال ایسے شخص جیسا ہوگا) جسے شیطان نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو اور وہ درست طور پر کھڑا نہ ہو سکتا ہو (یعنی ہوسِ زر میں وہ ہر وقت مضطرب و بیقرار رہتے ہیں)۔ اس کے لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ بیع (یعنی خرید و فروخت میں منافع حاصل کرنا) بھی تو ربٰوا کی مانند ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربٰوا کو حرام کیا ہے۔ لہٰذا جس کے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے یہ صاف صاف بات پہنچ گئی اور وہ (ربٰوا) سے باز آ گیا تو جو پہلے گزر چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جس نے پھر بھی (ربٰوا) لیا تو ایسے لوگ جہنم کی آگ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾

276- لہٰذا اللہ کا حکم ہے کہ (ایسے نظام کو) مٹا دو جو ربٰوا پر مبنی ہو (اور اس کی بجائے ایسا نظام نافذ کر دو جو) صدقات کو بڑھاتا ہو۔ (یاد رکھو کہ) اللہ کسی ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کے انکار کا گنہگار ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾

277- چنانچہ تم تحقیق کر کے دیکھ لو تو اسی نتیجے پر پہنچو گے کہ جو لوگ نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کو تسلیم کر کے اطمینان و بے خوفی کی راہ پر چل پڑے اور سنورنے سنوارنے کے کام کرتے رہے اور نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرنے کی تگ و دو میں شامل رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے یعنی اس نظام کی نشوونما کے لئے اپنے مال سے مقررہ حصہ دیتے رہے تو ان کے نشوونما کرنے والے کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ مستقبل کے اندیشے طاری ہوں گے اور نہ ماضی کے پچھتاوے اور غم طاری ہوں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾

278- چنانچہ جن لوگوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کو تسلیم کر لیا ہے وہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے ان احکام و قوانین سے چمٹے رہیں۔ اور جو کچھ بھی ربٰوا (کی صورت میں تمہاری طرف سے کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہے تو اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی ایمان رکھنے والے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾

279- لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ لہٰذا اب بھی اللہ کے احکام کی طرف واپس آ جاؤ (اور ربوٰا چھوڑ دو) تو تمہیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے تا کہ نہ تم پر کوئی زیادتی و بے انصافی ہو اور نہ تم کسی سے زیادتی و بے انصافی کرو۔

وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۰﴾

280- اور اگر مقروض تنگدست ہے تو اسے کشادگی حاصل ہونے تک مہلت دو (تا کہ وہ تمہارا قرض اتار سکے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو وہ قرض) تمہاری طرف سے معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے اگر تم جان جاؤ (کہ کسی مجبور کے لئے اس طرح کا عمل اللہ کے نزدیک کس قدر اچھا ہے)۔

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ۖ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۱﴾ ع 38 8 6

281- لہٰذا اس دن سے خوف زدہ رہو جب "بُرے اعمال کے تباہ کن نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے لئے تم واپس اللہ ہی کی طرف جا رہے ہو۔ پھر ہر شخص نے جو کچھ کمایا ہوا ہو گا (اس کا صلہ اسے) پورا پورا دیا جائے گا اور اس کے ساتھ (قطعی طور پر کوئی) زیادتی و بے انصافی نہیں ہو گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَايَنۡتُمۡ بِدَيۡنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكۡتُبُوۡهُ ؕ وَلۡيَكۡتُبْ بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ ۚ وَلَا يَاۡبَ كَاتِبٌ اَنۡ يَّكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلۡيَكۡتُبۡ ۚ وَلۡيُمۡلِلِ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـــًٔا ؕ فَاِنۡ كَانَ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ سَفِيۡهًا اَوۡ ضَعِيۡفًا اَوۡ لَا يَسۡتَطِيۡعُ اَنۡ يُّمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ وَلِيُّهٗ بِالۡعَدۡلِ ؕ وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰٮهُمَا الۡاُخۡرٰى ؕ وَلَا يَاۡبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوۡا ؕ وَلَا تَسۡـَٔـمُوۡۤا اَنۡ تَكۡتُبُوۡهُ صَغِيۡرًا اَوۡ كَبِيۡرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰ لِكُمۡ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَاَقۡوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدۡنٰۤى اَلَّا تَرۡتَابُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيۡرُوۡنَهَا بَيۡنَكُمۡ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَلَّا تَكۡتُبُوۡهَا ؕ وَاَشۡهِدُوۡۤا اِذَا تَبَايَعۡتُمۡ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيۡدٌ ؕ وَاِنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّهٗ فُسُوۡقٌ ۢ بِكُمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۲۸۲﴾

282- اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک کے لئے آپس میں قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور تمہارے درمیان جو لکھنے والا ہو اسے انصاف کے ساتھ لکھنا چاہئے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے لکھنا سکھایا ہے۔ لہٰذا وہ لکھ دے اور مضمون وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق (یعنی قرض) ہو اور اسے اللہ سے ہی خوفزدہ رہنا چاہئے جو اس کا نشوونما دینے والا ہے۔ اور اس (زرِقرض) میں سے (لکھواتے وقت) کچھ بھی کمی نہ کرے۔ پھر اگر وہ

شخص جس کے ذمہ حق (یعنی قرض) واجب ہوا ہے ناسمجھ یا ناتواں ہو یا خود مضمون لکھوانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کے کارندے کو چاہیئے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے۔ اور اپنے لوگوں میں سے دو مَردوں کو گواہ بنا لو۔ پھر اگر دونوں مرد میسّر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرتے ہو (یعنی وہ لوگ جو گواہی کے لئے قابلِ اعتماد ہوں) تا کہ ان دو میں سے ایک کسی تفصیل میں اُلجھ جائے یعنی confuse ہو جائے تو دوسری اُسے دُرست بات کی آگاہی دے دے۔ اور گواہوں کو جب بھی گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے اپنی معیاد تک لکھ رکھنے میں اکتایا نہ کرو۔ تمہارا یہ دستاویز تیار کر لینا اللہ کے نزدیک انصاف کے زیادہ قریب ہے اور گواہی کے لئے مضبوط تر ہے۔ اور یہ اس کے بھی قریب تر ہے کہ تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ سوائے اس کے کہ دست بدست ایسی تجارت ہو جس کا لین دین تم آپس میں کرتے رہتے ہو تو تم پر اس کے نہ لکھنے کا کوئی گناہ نہیں۔ اور جب بھی آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔ مگر (یاد رکھو کہ) نہ ہی لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری طرف سے (نازل کردہ) حکم کو توڑ کر اللہ کی طرف سے نشو و نما دینے والے قوانین کی حفاظت سے نکلنا ہو گا۔ اس لئے تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین سے چمٹے رہو۔ یہ تمہارے لئے اللہ کی تعلیم ہے اور اللہ وہ ہے جسے ہر شے کا مکمل علم ہے۔

(نوٹ: گواہی کے سلسلے میں ایک گروہ اس آیت کے حوالے سے جہاں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی گواہی ہے سے مراد عورت کی آدھی گواہی لیتا ہے جبکہ آیت کا سیاق و سباق اور اس کا تجزیہ ان کی اس رائے کو ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ اللہ نے گواہی کے لئے ایک مرد کی بجائے دو مرد کیوں رکھے ہیں؟ یعنی کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ مرد کی گواہی آدھی ہے؟ اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ اگر ایک مرد بات کی تفصیل میں الجھ کر confuse ہو جائے تو دوسرا آگاہی دے دے یا ایک انکار کر دے تو دوسرا ثابت کر دے یا کوئی بھی اور وجہ جو اس معاملے کو درست رکھنے میں مددگار ہو سکتی ہے۔ اور معاملہ اگر درستگی سے ہٹتا ہے تو ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ مردوں سے منسلک بعض عوامل کی بحث و تمحیص میں الجھ سکتا ہے جس میں عورت ساتھ نہیں دے سکتی اور یوں دو مردوں کے درمیان مرد کا اپنا تقدس و وقار برقرار رہتا ہے۔ اس طرح تفصیل میں الجھ جانے کے عوامل میں نسوانی وجوہات ہو سکتی ہیں جن کے متعلق عورت ہی عورت کے ساتھ بحث و تمحیص کر سکتی ہے اور دو عورتوں میں اس طرح عورت کا وقار قائم رہ سکتا ہے۔ لہٰذا ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی قطعی طور پر آدھی نہیں بلکہ عورت کے تقدس و وقار کے لئے ہے۔ دوسرے یہ کہ ساری آیت اور سارے قرآن میں کہیں پر یہ نہیں کہا گیا کہ عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی ہے۔ اس آیت 2/282 میں لفظ ''تضل'' استعمال ہوا ہے جس کا عام طور پر بھول جانا مطلب لیا جاتا ہے جو کہ کمزور مطلب ہے کیونکہ اس کا مادہ (ض ل ل) ہے۔ اور یہ وہی لفظ ہے جو قرآن میں کئی بار استعمال ہوا ہے اور اس کے بنیادی مطالب ہیں: حیرت،

سرگرداں پھرنا، سایہ، Perplexed، confused، راہ گُم کر دینا، رائیگاں ہونا۔ البتہ کسی بات کے حوالے سے ہٹ جانا یعنی confuse ہو جانا اور علماء نے ذہن کی اِسی کیفیت سے بھول جانا یا یاداشت کا کھو جانا مطلب لے لیا ہوا ہے۔ بہر حال، سیاق وسباق کے حوالے سے اس آیت کے متعلقہ ترجمے میں ''تفصیل میں confuse ہو جانا'' والا مطلب درج کیا گیا ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں ایک وقت میں صرف ایک عورت کی ہی گواہی کے لئے حکم ہے دوسری تو صرف اس لئے ہے کہ اگر کسی وجہ سے خاص کر کسی نسوانی حالت وکیفیت کی وجہ سے لین دین کی تفصیل میں کنفیوژن پیدا ہو رہی ہو تو دوسری اس کی مدد کر دے نہ کہ دوسری عورت گواہی کے لئے ہے۔ اور یہ حکم صرف قرض کے لین دین کے معاملات سے متعلق ہے دیگر کسی معاملے کے لئے یہ حکم نہیں ہے اور آخری نبیؐ کی ساری حیات طیبہ سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے کسی مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے کسی ایک عورت کی گواہی کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا ہو کہ کیونکہ عورت کی قرآن میں گواہی آدھی ہے اس لئے قبول نہیں کی جائے گی۔ اس سلسلے میں کوئی ایسی حدیث ہو بھی تو وہ نہایت قابلِ تحقیق ہے کیونکہ قرآن کی وحی کے احکام میں حضرت محمدؐ نہ تو اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ کمی کر سکتے ہیں، 69/43-47 لہٰذا، اس سلسلے میں ایسی حدیث یقیناً ضعیف حدیث قرار پائے گی جو نہ ہی تو محمدؐ کے کسی عملی مقدمے کے فیصلے سے ثابت ہو اور نہ ہی قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہو جس میں یہ ارشاد کیا گیا ہو کہ عورت کی گواہی کو آدھا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ محمدؐ سے بعد میں آنے والوں میں سے کسی نے بھی اگر عورت کی گواہی کو آدھا قرار دیا یا کسی مقدمے میں اسے آدھا قرار دے کر مسترد کر دیا تو یہ اُس کی ذاتی رائے یا ذاتی عمل ہے جس کا قرآن کی وحی اور محمدؐ کی سیرت سے کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال، قرآن نے کسی الجھن، کنفیوژن یا اس طرح کی کشمکش سے نکلنے کے لئے ایک وقت میں ایک گواہی کے ناقابلِ خطا ہونے کے لئے کسی ایک دوسرے کو مدد وسپورٹ کے لئے رکھنے کا فارمولا دے کر انسانی لین دین کے معاملات کی گواہی کو بے خطا کر دیا ہے جیسے کہ بیسویں واکیسویں صدی کی دنیا میں لین دین کے معاملات میں اور زمین کے پلاٹ کی ٹرانسفر کے معاملات میں ایک گواہی کی مدد وسپورٹ کے لئے کیمرے اور ویڈیو کو شامل کر لیا گیا ہے تاکہ اس آیت 2/282 کے حکم کا اصل مقصد کہ ''گواہی بے خطا اور غلطی سے پاک ہونی چاہیئے'' کو بہتر طور پر حاصل کیا جا سکے)۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝٢٨٣ ع 39 2 7

283- بہر حال اگر تم سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو باقبضہ رہن رکھ لیا کرو (یعنی قرض لینے والے کی کوئی چیز بطور ضمانت اپنے پاس رکھ لیا کرو)۔ اور اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتماد ہو تو جس کی دیانت پر اعتماد کیا گیا اسے چاہیئے کہ اپنی امانت ادا کر دے اور اپنے نشو ونما دینے والے اللہ کے احکام کو توڑنے کے نتائج سے خوفزدہ رہے۔ (یاد رکھو کہ) تم گواہی کو مت چھپاؤ۔ اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا قلب گنہگار ہے اور اللہ تو وہ ہے جسے جو کچھ تم کرتے ہو اس کا اسے مکمل علم ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

284-(اے نوعِ انساں یادرکھو! کہ یہ ہدایت اس اللہ کی طرف سے ہے جس کی طاقت اور علم کا یہ عالم ہے کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے اور وہ باتیں جو تمہاری شخصیتوں میں موجود ہیں چاہے تم انہیں ظاہر کر دیا انہیں چھپاؤ، تم سے اللہ اس کا حساب لے لے گا۔ اور پھر جس کے لئے وہ مناسب سمجھے گا اسے اپنی حفاظت میسر کر دے گا اور جس کے لئے مناسب سمجھے گا اسے سزا کی گرفت میں لے لے گا۔ کیونکہ اللہ تو وہ ہے جس نے ہر شے پر اس کی مناسبت اور توازن کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

285-(یہی وجہ ہے کہ) رسول نے ہر اس سچائی اور حکم و قانون کو تسلیم کیا جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا۔ اور اہلِ ایمان نے بھی اسے تسلیم کیا اور سب ہی اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور (ان کا دعویٰ ہے کہ) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان بھی (ان کے ایمان کے معاملے میں) فرق نہیں کرتے۔ اور (وہ اللہ کی بارگاہ میں یہ) عرض کرتے ہیں (کہ اے پروردگار! تیرے احکام و قوانین جو) ہم نے سنے تو ان کی ہم نے اطاعت کر لی ہے۔ اور اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہم تیری حفاظت میسّر آنے کے طلبگار ہیں کیونکہ ہم واپس تیری ہی طرف چلے آ رہے ہیں۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

ع 40 3 8

286-(یہ ہے اللہ کا اختیار اور یہ ہیں انسان کی التجائیں جن کے پیشِ نظر) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (یادرکھو کہ) جو کسی نے کمایا وہ اس کے لئے ہے (یعنی وہی اس کے اجر کا حقدار ہے) اور جو اس نے کمایا اس پر (جو عذاب آئے گا تو اس کا حق دار بھی وہی ہے)۔ (لہٰذا اس حقیقت کے پیشِ نظر ان کی یہ التجائیں جاری رہتی ہیں کہ) اے ہمارے نشو و نما دینے والے! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ کرنا۔ اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالنا جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہمیں اپنی حفاظت میں لئے رکھنا اور قدم بہ قدم

ہماری مدد و رہنمائی کرتے ہوئے ہمیں ہمارے کمال تک پہنچا دینا۔ (حقیقت یہ ہے کہ) تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ اور وہ قوم جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکش ہو گئی ہو (اس کے مقابلے میں) تو ہماری مدد کرتے رہنا۔

(نــــوٹ: اِس سورۃ بقرہ میں مندرجہ ذیل الفاظ جو قرآن کی اصطلاحات ہیں وہ قرآن کی مستند ڈکشنریوں کے مطابق مزید مطالب وتفصیلات کا تقاضا کرتی ہیں جو یوں ہیں:

صلوٰۃ: اِس لفظ کا مادہ (ص ل و) بھی ہے اور (ص ل ی) بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی مطلب ہے بچے کا ماں کے پیچھے پیچھے محبت واحترام وتعظیم سے اُس کے دامن سے چمٹے رہنا اس سے جو مثالیں لی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ گھوڑ دوڑ میں جب دوسرے نمبر کا گھوڑا پہلے نمبر کے گھوڑے کے پیچھے اِس طرح دوڑ رہا ہو کہ اُس کا سر اگلے گھوڑے کی پشت کو چھوتا ہوا محسوس ہو یا اونٹوں کی وہ قطار جو سب سے اگلے اونٹ کے قدموں پہ قدم رکھے چلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہو۔ بہرحال' ساتھ لگے رہنا یا چمٹے رہنا اہم مطالب ہیں جن کی وجہ سے صلوٰۃ کا قرآن کے حوالے سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ نازل کردہ تمام احکام وقوانین کو اِس طرح اختیار کرنا جیسے اُس اُمت کے نبی نے اختیار کیے۔ مسلمانوں کے لئے قرآن کے احکام وقوانین اِس طرح اختیار کرنا جیسے حضرت محمدؐ نے اختیار کیے یعنی اُن کے پیچھے پیچھے چلتے چلے جانا جن میں نماز بھی ہے اور دوسرے احکام بھی اور طریقے سلیقے بھی پورا عملی نظامِ زندگی ہے۔ اِسی سے مطلب دُعا کا لیا جاتا ہے یعنی اللہ کو پکارنا یعنی اللہ کے احکام وقوانین کو عملی طور پر بھی اختیار کرنا۔ اللہ کے احکام وقوانین پر انتہائی محبت واحترام سے عمل کرنے یعنی اُن کی پیروی کرنے کی وجہ سے صلوٰۃ کے مطالب عزت واحترام۔ تکریم۔ انتہائی محبت بھی لیے گئے۔

تقویٰ: اِس لفظ کا مادہ (وق ی) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے''اپنے آپ پر اِتنا کنٹرول یا اختیار قائم کر لینا کہ اپنی ذات کو یعنی اپنے آپ کو یعنی اپنے باطن اور اپنے ظاہر کو ہر تکلیف دہ چیز سے بچاتے ہوئے اُس کی حفاظت' نگہبان ونگہداشت کرتے رہنا۔ اِسی وجہ سے قرآن کے حوالے سے اِس کا مطلب ہے برے اعمال کے برے نتائج سے بچنے کے لئے نازل کردہ احکام وقوانین سے چمٹے رہنا تاکہ اپنے آپ کو برے نتائج سے بچایا جا سکے۔ بنیادی طور پر جانور اور انسان میں تقویٰ کا ہی فرق ہے اِسی لئے سورۃ 65 آیت 10 میں اللہ کا حکم ہے کہ''اے عقل وبصیرت وجذبات واحساسات رکھنے والو اگر تم نے نازل کردہ احکام وقوانین کو تسلیم کر لیا ہے تو پھر تقویٰ اختیار کر لو''۔ کیونکہ اِسی طریقہ سے حیوانی جبلتوں کو تہذیب یافتہ زندگی کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ اور اِسی کو کریکٹر کہا جاتا ہے۔ تقویٰ کا مطلب پرہیزگاری نہیں ہے کیونکہ یہ فراریت کی طرف لے جاتی ہے۔ قرآن کے مطابق تقویٰ کا مطلب زندگی کی تباہیوں سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین اختیار کرنا ہے۔

عقل: اِس کا مادہ (ع ق ل) ہے۔ اور اِس کا بنیادی مطلب روکنا۔ منع کرنا۔ چھان پھٹک کر کے صاف ودرست شے کو ایک طرف کر دینا۔ قرآن کے حوالے سے عقل کا مطلب ہے غیر سچائیوں کو سچائیوں میں شامل ہونے سے روک دینا یعنی چھان پھٹک کر کے دُرست' صحیح' سچائی' اچھائی وغیرہ کو آگے آنے دینا۔ عقل کا بس اِتنا ہی فریضہ ہے۔ اِس کے آگے کام عمل کا شروع ہوتا ہے جس میں حب یا تقویٰ وغیرہ کی قوتیں سرگرمِ عمل کرنی پڑتی ہیں۔ تاکہ''نفس مطمعنہ'' کا مقام حاصل ہو جائے۔ لفظ عشق اگرچہ عربی کا لفظ ہے مگر یہ قرآن میں نہیں ہے۔ لیکن یہ اپنی خاصیت ومطالب کے لحاظ سے حب اور تقویٰ کے قریب تر ہے کیونکہ اس کا اپنا مطلب ہے چمٹ جانا یا محبت کرنا یعنی حب کرنا۔ سچائی یا سچائیوں سے چمٹ جانا اور اُن کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتوں کے مطابق سرگرمِ عمل ہو جانا۔ سچائیوں کو سامنے لانا عقل کا کام

ہے اور اُنہیں اختیار کرنا' حاصل کرنا یا اُن کے مطابق سرگرمِ عمل ہونا حب' تقویٰ' عشق کا کام ہے۔ اِسی وجہ سے ہر حسن کی بنیاد سچائی ہے اور ہر فساد کی بنیاد غیر سچائی ہے۔

زکوٰۃ: اِس لفظ کا مادہ (ز ک و) ہے۔ اِس کا بنیادی مطلب ہے پھلنا پھولنا۔نشوونما پانا۔ زکی اور تزکیہ اور زکا جیسے الفاظ بھی اسی مادے سے نکلے ہیں جن کا مطلب پاکیزگی لیا جاتا ہے مگر یہ آدھا مطلب ہے کیونکہ یہ بنیادی مطلب نہیں ہے۔ البتہ جب انسانی صلاحیتوں کو یا کھیتی کو یا باغ کو یا پودوں کو تراش خراش کر کے اور خرابیوں سے پاک کر دیا جاتا ہے تو وہ پھلتے پھولتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ نشوونما حاصل کرتے ہیں چنانچہ اِس حوالے سے پاکیزگی کہا جائے تو دُرست ہے۔ لہٰذا' قرآن کے حوالے سے''زکوٰۃ دولت کے ایسے نظام کو کہا جاتا ہے جس کی بنیاد پر ایک معاشرے میں انسانوں کی ظاہری و باطنی صلاحیتوں کی مسلسل نشوونما ہوتی رہے اور دولت ایک فرد میں یا افراد میں یا قوم میں خرابیاں پیدا کرنے کا باعث نہ بنے۔ آیت 59:7 میں ہے کہ دولت کو اِس طرح تقسیم نہیں کرنا چاہیے کہ وہ چند ہاتھوں میں گردش کرتی رہے''۔ لہٰذا' یہ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ زندگی کے حقائق کے مطابق بدلتے ادوار کے تقاضوں کے مطابق دولت و مال کے لحاظ سے افراد کے حقوق و ذمہ داریاں طے کرے تاکہ کوئی اِس طرح محروم نہ ہو کہ خودکشی یا اپنے آپ کو فروخت یا اپنے بیوی بچوں کو فروخت کرنے یا ہلاک کرنے پر مائل ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو اِس کی جوابدہی خاص کر اُن سے ہو گی جنہیں آیت 27:62 کے مطابق حکمرانی' خلافت یا فیصلوں کی قوت دی گئی مگر وہ اپنے مفادات کا پیچھا کرتے رہنے کی وجہ سے پریشان لوگوں کی پریشانیاں نہ دور کر سکے۔

پیکروں کا مسخ ہونا: آیات 2/65 اور 5/60 میں انسانوں کے پیکر مسخ ہو کر بندر اور سُور میں تبدیل ہو جانے کا ذکر ہے' ویسے تو اللہ ہی جانتا ہے کہ اُس کا غضب بھرے عذاب کا حکم کیا تھا اور اُس کی نوعیت کیا تھی لیکن تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہے کہ بعض بیماریاں جیسے کہ Advanced Leprosy انسانوں پر ایسی طاری ہوتی رہی ہیں جس میں انسان کے ناک کی ہڈی ختم ہو جاتی ہے اور اُنگلیوں کی شکل بدل جاتی ہے اور انسان بالکل بندر کی طرح نظر آنے لگتا ہے۔ ایسے ہی ممکن ہے بعض بیماریاں یا حالتیں بعض انسانوں کے پیکروں کو مسخ کر کے جانوروں کی طرح کر دینے والی ہوں۔ البتہ بعض مفسرین ان آیات میں انسانوں کے بندر یا سُور کی طرح بدل جانے کو محاورے کے طور پر لیتے ہیں اور اس کا مطلب ایسے انسانوں کو صرف ذلت و خواری کے پیکر سمجھتے ہیں۔ آیت 56/61 بھی اس سلسلہ میں آگاہی دیتی ہے۔

عذاب: اس کا مادہ (ع ذ ب) ہے۔ اس کے متضاد مطالب ہیں: (1) سزا کے طور پر اذیت اور تکلیف جو زندگی کی مسرتوں کو تباہ کر دے۔ (2) ایسا پانی جو اپنی خوشگواری اور شیرینی کی وجہ سے پیاس روک دے۔ قرآن میں سزا کے طور پر عذاب کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ (1) ایسی آفات و بیماریاں و تکالیف جو وارننگ یا تنبیہہ کے طور پر ہوتی ہیں جن میں انسان سنبھل سکتا ہے' تعمیرِ نو کر سکتا ہے اور زندگی کی خوشگواریوں اور سرفرازیوں کو واپس لا سکتا ہے کیونکہ یہ انسان کی غلطیوں کے نتائج ہوتے ہیں نہ کہ اللہ کے عذاب' جیسے کہ آیات 20/124 ۔20/134 ۔16/112۔6/65 ہیں' اس لیے کہ افراد یا اقوام خود اپنے اوپر ظلم کرتی ہیں' 3/117۔13/11۔ دوسرا عذاب۔ عذابِ عظیم یا عذابِ شدید ہے جس میں اقوام کی جڑ کٹ جاتی ہے اور وہ واپس دُرست حالت میں آجانے کے قابل نہیں رہتیں جیسے کہ آیات 72-7/71' اور اقوامِ عاد و ثمود کے عذاب سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ ہر آفت ایسا عذاب نہیں ہوتی جس میں سنبھلا نہ جا سکے۔ اور جو عذب کا متضاد مطلب شیریں پانی لیا جاتا ہے تو وہ بھی متضاد نہیں کیونکہ سزا کے نتیجے میں جو سنبھل جاتا تو اُس کا نتیجہ شیریں یا شیریں پھل سمجھا جاتا۔ عربوں میں پانی زیادہ اہم تھا تو سزا کے جو بہترین نتائج نکلتے تو اُنہیں شیریں پانی یا شیریں چشمے کی مانند کہا جاتا)۔